(رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۲)

انّ اللہ لا یغیّر ما بقوم حتّی یغیّروا ما بانفسہم

انہٗ اوی القریہ

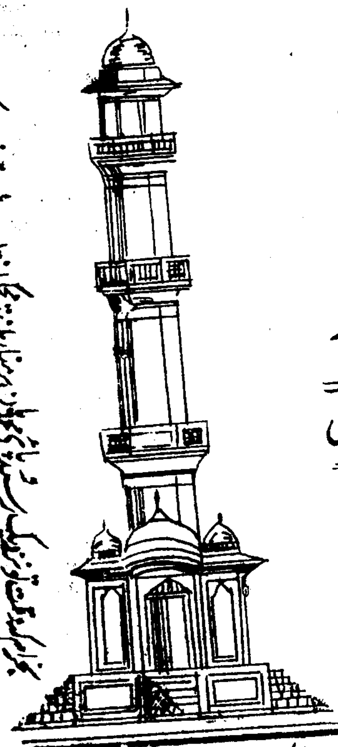
الحکم

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

(۱) عوام سے للعہ (۲) خواص و معاونین سے للعہ (۳) ہندوستان سے باہر سے (۴) غیر مذاہب والوں سے ۱۲/ (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۱۲/



فہرست مضامین

(۱) تازہ الہامات و رؤیا ۔
" احمدیوں کی حمیت یہی چاہئے ۔ } صفحہ دوم
(۲) امر سلسلت .... صفحہ ۴
" تازہ تصنیف حضرت مسیح موعود ۔ زلزلہ کی پیشگوئی "
(۳) چشمہ مسیحی ۔ گزشتہ اشاعت سے آگے ۔ صفحہ ۵
(۴) کسر صلیب دہلی میں صفحہ ۷ تا ۱۲
(۵) اشتہارات ۔ صفحہ ۱۳ تا ۱۶

اطلاع

اخبار سب خریداران کے نام وقت مقررہ پر دفتر سے روانہ ہوتا ہے ۔ جس صاحب کو کوئی پرچہ نہ ملے اسکو چاہئے کہ جو پرچہ نہیں پہونچا وہ پرچہ اخبار کی اگلی اشاعت تک طلب کریں ورنہ بعد میں وہ پرچہ علاوہ نہیں ملے گا ۔ منیجر

نمبر ۱۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۰ ۔ اپریل ۱۹۰۶ء مطابق ۱۵ صفر ۱۳۲۴ھ | جلد ۱۰

تازہ الہامات و رؤیا

قریب ۳۰ ۔ مارچ ۱۹۰۶ء ۔ "میں پیاس سا تجھ ان اور دکھاؤنگا" ۔
۱۲ ۔ اپریل ۱۹۰۶ء ۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظہرہ علی الدّین کلّہ
۲ ۔ انّ اللہ قدمیٰ عینا

رؤیاء ۔ کل مولوی عبد الکریم صاحب کو خواب میں دیکھا ایک بڑے کمرے میں پھر رہے ہیں میں نے کہا کہ آؤ مصافحہ کر لیں اور پھر مصافحہ کیا اور میں نے کہا کہ تم دعا کرو کہ ہم اپنے دشمنوں پر غالب آویں ۔

رؤیاء ۔ آج پھر مولوی صاحب مرحوم کو دیکھا کہ ایک کمرے میں پھرتے ہیں بہت جوش میں ہیں اور سخت ناراض ہیں اور کہتے ہیں کہ کیوں لوگ مخالفت کرتے ہیں اور کیوں اطاعت نہیں کرتے ۔

۷ ۔ اپریل ۔ یا ملیکۃ الفرح ۔ ترجمہ ۔ تیری لئے خوشی آئی ہے

۹ ۔ اپریل ۔ ربّ اری زلزلۃ الساعۃ ۔ یریکم اللہ زلزلۃ الساعۃ ۔ اریک زلزلۃ الساعۃ یسئلونک احق ھو قل ای و ربّی انہٗ لحق ولا یرد عن قوم یعرضون ۔
نصر من اللہ و فتح مبین ۔ اراد اللہ ان یبعثک مقاما محمودا
ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلّہ ۔

اور چند روز ہوئے ۔ میں نے دیکھا تھا کہ ایک انگریز ہمارے گھر میں داخل ہوا ہے ساتھ محمود ہے ۔ گویا تلاشی لینا چاہتا ہے اور پاس ... میر ناصر نواب صاحب کھڑے ہیں وہ اشارہ سے مجھے کہتے ہیں کہ یہ انگریز حاکم ہے تلاشی کی غرض سے آیا ہے میں دل میں کہتا ہوں کہ اس جگہ تلاشی کے لئے کونسی مشتبہ چیز ہے صرف ہماری تصانیف کے مسودات ہیں ۔ معلوم نہیں اس خواب کی کیا تعبیر ہے مگر ناصر اور محمود کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ اگر کوئی امر مکروہ بھی ہے تو انجام اچھا ہے ۔ ایسی خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں یہ ضروری نہیں کہ تلاشی سے مراد تلاشی ہی ہے بلکہ کوئی اور پوشیدہ جستجو اس سے مراد ہو سکتی ہے جس کا انجام ظاہری بریّت اور صفائی ہو ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

چند روز ہوئے یہ الہام ہوا تھا ۔ انا نبشرک بغلام ۔ نافلۃ لک ۔ ممکن ہے کہ اسکی یہ تعبیر ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا ہو کیونکہ نافلہ پوتے کو بھی کہتے ہیں یا بشارت کسی اور وقت تک موقوف ہو ۔

دارالامان کا ہفتہ | حضرت اقدس اور آپکے اہلبیت بحمد اللہ خوش و خرم ہیں ۔

فاضل امروہی واپس تشریف لے آئے ۔

دو عجیب و غریب پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں ۔ تفصیل آئندہ ہوگی ۔

احمدیوں کی حمیت یہی چاہئے

عدو کی سرکشی سے ذوق کب رتبہ ہو کم میرا

مولوی انشاء اللہ خان صاحب ایڈیٹر وطن کی تجاویز متعلقہ اشاعت ریویو کا حشر جو ہونا تھا ہو چکا ۔ حسن ظنی سے جسکے لئے ہم سب مامور ہیں یہہ سمجھا گیا تھا کہ مولوی انشاء اللہ خان کی یہہ تحریک بلا خوف لومۃ لائم محض خدا کے لئے ہے ۔ مگر بہت ہی جلد وہ ... نفاق ٹوٹ گیا جو اسکی تہ میں رکھا گیا تھا اور اندرونہ کھل گئی جسکا ہمیں کچھ بھی افسوس نہیں بلکہ خوشی ہے میں نہایت افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ ایڈیٹر صاحب وطن نے ہمارے مخدوم اور خدا کے اسلام ایڈیٹر میگزین پر نہایت شرمناک حملہ کیا ... وہ اخلاص فی الدین تھا جو غیور اور ... مسلمان میں ہونا چاہئے +

ایڈیٹر وطن اگر اس لذت اور ذوق سے سرشار ہوتا تو مولوی محمد علی صاحب کے خط سے بہت بڑا ایمانی فائدہ اٹھاتا مگر جیفۂ دنیا پر مرنے والے کب فائدہ اٹھا سکتے ہیں + ایڈیٹر وطن نے اپنے خیال میں چند روپیوں کا جمع کر لینا بڑی بھاری کامیابی سمجھا تھا ۔ اور اسے ناز ہوا تھا کہ میگزین کو بہت بڑی مدد اسکے ذریعہ پہونچی ہے مگر ...

احمدیوں کی حمیت و غیرت اسلامی سے ناواقف تھا وہ ذیل کے خطوط کو پڑھے کہ جس قوم میں غیرت اسلام کیلئے یہہ جوش ہو وہ اسکے چند پیسوں کی کیا پروا کر سکتی ہے سلسلہ عالیہ احمدیہ کا انشاء اللہ خان پر احسان تھا کہ آپکی تجویز کو منظور کر لیا گیا تھا ۔ ورنہ یہہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ کسی غیر احمدی کی اعانت و مدد کا محتاج نہیں اسلئے کہ خدا اسکا حامی اور اسکے خدام سلسلہ کے فدائی ہیں ۔

اسکے بعد مجھے احمدیوں سے کچھ کہنا ہے ۔ احمدی قوم کے ان بزرگوں نے قومی آن اور حمیت کا اچھا نمونہ دکھایا ہے اب غیرت ہی کی مقتضی ہے کہ ہم دو ہزار کا پیروں کا چندہ فی الفور جمع کر دیں چودہری رستم علی صاحب نے جو تجویزیں کی ہیں وہ بجائے خود مستحسن ہیں انمیں سے جس پر عمل کیا جائے غنیمت ہے میں جانتا ہوں ... جو سو پچاس پچاس اس مد میں دیدینگے مگر آسان طریق یہہ ہے کہ **دس ہزار** عام چندہ سے جمع کر دیا جاوے ۔ اور **جون کا رسالہ** دو ہزار زاید چھاپ کر تقسیم ہو ۔ کسی تحریک اور تجویز کا سوال فضول ہے ۔ روپیہ بھیجو اور دنیا کو دکھا دو کہ یہی سلسلہ ہے جسکو خدا تعالیٰ نے اشاعت و حمایت اسلام کا سچا جوش عطا کیا ہے اور خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس فضل میں کسی اور کو تمہارا شریک کرے ۔ میں اب کسی لمبی تمہید کے بغیر ان خ

۹ ۔ اپریل ۱۹۰۶ء ۔ الامراض تشاع و النفوس تضاع ۔ یعنی بیماریاں پھیلیں گی اور جانیں ضائع ہونگی ۔

کرتا ہوں - جو مولوی محمد علی صاحب نے میرے پاس بھیجے ہیں - جن لوگوں نے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے اللہ تعالٰے انہیں جزائے خیر دے اور دوسرون کو ان کی تقلید کی توفیق - چونکہ واپسی روپیہ کا عذر خانصاحب سردار محمد عجب خان صاحب کر چکے ہیں اسلئے میں اپنے مکرم بہائی شیخ نور احمد صاحب پلیڈر کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ایک ہزار روپیہ جو واپس کرنے چاہتے ہیں اشاعت میگزین میں بھیجدین خواہ یکمشت خواہ بتفاریق اور ایسا ہی منشی نذر علی صاحب بھی بیس روپیہ بھیجدین - چوہدری رستم علی صاحب فوراً سو روپیہ بھیجین جو انہوں نے تجویز کیا ہے - پھر اسکا وہ اثر جو قوم پر پڑنے کو ہے وہ خود ظاہر ہو جاویگا -

(۱) از ایبٹ آباد - ۵ - اپریل سنہ ۱۹۰۶ء

مکرمی مخدومی مولوی محمد علی صاحب ایم اے زاد قدرہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - مینے تو خیال کیا تہا کہ وطن اور ریویو آف ریلیجنز کا آخری فیصلہ ہو کر بات رفت گذشت ہو گئی ہے اور الحمد للہ کہ ریویو آف ریلیجنز میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی - مگر الحکم میں جو آپکی طرف سے چٹھیات شائع ہوتی رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اڈیٹر وطن کو اس بات پر بڑا ناز ہے کہ اسکی تحریک سے لوگوں نے ریویو آف ریلیجنز کی خریداری منظور کی - اور اب وہ معاہدہ کی تکمیل نہ پا جانیکی وجہ سے ایسے لوگوں کا روپیہ واپس طلب کر رہا ہے - اور اس بارہ میں وقتاً فوقتاً آپ پر نیش زنی بہی کرتا ہے - چنانچہ الحکم مورخہ ۳۱ - مارچ سنہ ۱۹۰۶ء میں بہی آپکی چٹھی شائع ہوئی ہے - جس سے تمام حالات اچھی طرح سے ظاہر ہو رہے ہیں + اس سے پہلے میرے دوست مخدومی سردار محمد عجب خانصاحب تحصیلدار لوچی نے آپکو اطلاع دی ہے کہ وہ کل یا جزو روپیہ جو غیر احمدیون کیطرف سے وطن کی تحریک پر آپکے پاس پہونچا ہو واپس ادا کر دینے کو تیار ہیں - اور مجھے سردار صاحب موصوف کی غیرت سے یہہ امر بعید معلوم نہیں ہوتا ہے - بلکہ خداوند تعالٰے نے اس سلسلہ کی تائید کا انکو خاص جوش عطا فرمایا ہے - اللھم زد فزد -

لیکن اب میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ سردار صاحب موصوف کو اس بارہ میں ہرگز تکلیف نہ دی جاوے - میں کل روپیہ خواہ اسکی تعداد ایک ہزار روپیہ سے بہی زیادہ کیون نہ ہو - ان لوگوں کو واپس ادا کر دینے کو طیار ہوں جنہون نے وطن کی تحریک پر خریداری انگریزی میگزین ریویو آف ریلیجنز کی منظور کی تہی - ایسے خریدارون کو چاہئے کہ براہ راست ساتہ خط و کتابت کرکے روپیہ واپس منگوالیں جو آپ کی وساطت سے - آپ مجھے اطلاع دیوین کہ ایسی رقم کتنی ہے - تاکہ مین بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت والا کر دون + اشاعت اسلام کا کام خداوند تعالٰی احمدیون کے ہاتہ سے پورا کروانا چاہتا ہے - پھر خدا کی مشیت کے برخلاف غیر احمدیون سے امید رکھنا گناہ ہے - اور الحمد للہ کہ وطن کے ایڈیٹر کے ساتہ آپکو بہی مقابلہ کرنا پڑا -

مین اس سے پہلے ۷ انگریزی ریویو آف ریلیجنز کا خریدار تہا - جن میں سے ایک میرے نام آتا تہا اور باقی چہہ آپکے اختیار میں تہے کہ جہان چاہیں ارسال کریں - آپ میرے نام پر تین پرچے انگریزی کے اور جاری کرا دیوین - گویا سال حال سے مین دس انگریزی پرچون کی قیمت ادا کرون گا - پچھلے سال کا اگر میرے نام کوئی بقایا ہو تو منیجر صاحب سے کہدیں کہ اگلا پرچہ پچھلے سال کی بقایا کا وی پی کر دیوین - اور سال حال کا چندہ دس پرچون کا مین خود بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دون گا - اردو پرچے اسکے علاوہ ہیں -

والسلام - نور احمد وکیل

(۲) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

خانصاحب ذوالفقار علیخان صاحب کی تحریر کو دیکھکر میرا یہ ارادہ تہا - کہ مین آپ سے دریافت کرون کہ کیا واقعی ہمارے پاس ایسے پتے ان لوگون کے نہیں جنکو ہم اس قابل سمجہتے ہیں - کہ وہ ریویو آف ریلیجنز کے دیکھنے کے اہل ہیں - سو الحمد للہ کہ آج ۲۳ - مارچ سنہ ۱۹۰۶ء کا اخبار بدر پہونچا جس سے معلوم ہوا کہ آپ دو ہزار پرچہ انگریزی ریویو کا تقسیم کر سکتے ہیں -

اب مین ان احباب کی خدمت مین عرض کرتا ہون جنہون نے تجاویز منظور کردہ خواجہ کمال الدین صاحب وطن کو پڑھکر یہ جوش دکہلایا تہا - کہ غیر احمدیون سے کیون امداد لی جاتی ہے - اب وہ ایسی ہمت اور سچا جوش دکہاوین کہ جس سے دو ہزار رسالہ مفت تقسیم ہو سکیں - امید ہے کہ بہت احباب نے اس تجویز کے خلاف لکھکر آپ کو اطلاع بہی دی ہوگی اور بعض نے آپ کو اطلاع نہیں دی - مگر وہ دل ہی اس تجویز کے مخالف تہے - پس ایسے احباب کو اپنے جوش کا عملی ثبوت دینے کے واسطے یہ عمدہ موقع ملا ہے کہ وہ جوش سے خدمت دین مین مصروف ہون - اس موقع پر ہماری جماعت کے دو فریق نظر آتے ہیں ایک وہ جنہون نے غیر احمدیون کے ساتہ ملکر اس رسالہ کی توسیع اشاعت مین کوشش کرنا چاہا - دوسرا جو غیر احمدیون سے اسکی اشاعت مین امداد لینا پسند نہیں کرتا - ایسے وقت مین اور ایسی حالت مین میرے نزدیک دوسرے فریق کو پہلے سے زیادہ ہمت اور کوشش کرکے دو ہزار کاپی کی قیمت کا انتظام کرنا چاہئے - تاکہ آپ اوسکو مناسب مقامات مین بہیجدین دو ہزار کاپی کے واسطے نو ہزار روپے کی ضرورت ہے - اس روپیہ کو جمع کرنے کے واسطے مین مفصلہ ذیل تجاویز پیش کرتا ہون اس مین سے جس پر آسانی سے عمل ہو سکتا ہو اوسکو عمل مین لایا جاوے اول - اپنی جماعت سے ایکسو آدمی اگر ہمت کرین اور ایک ایک سو روپیہ خواہ یکمشت خواہ ۴ ماہ یا ۶ ماہ کے اندر ادا کر دین اس طرح سے دس ہزار روپیہ جمع ہو سکتا ہے - دوسرے دو سو آدمی ایسے ہون کہ فی آدمی پچاس روپیہ شرائط مندرجہ صدر پر ..... جمع کرین تیسرے ان دونون صورتون مین اگر ضرورت پیش آوے اور ممکن ہو - تو تعداد مقررہ کے پورا کرنیکے واسطے ودسرے بہائیون سے امداد لی جاوے - جس سے یہ غرض ہے کہ روپیہ تعداد مقررہ تک جمع ہو جاوے - چوتہے - ہر ایک شہر کے احباب جمع ہوکر جسقدر روپیہ اس اشاعت مین دے سکتے ہیں اوس سے اطلاع دین مگر ہر ایک صاحب کو یہہ خیال ہونا چاہئے کہ جب تک فراخ حوصلگی اور ہمت سے چندہ نہیں دیا جائیگا یہہ تعداد پوری نہیں ہوگی - پانچوین ہر ایک اہل ہمت ایک ہفتہ یا ۱۰ یوم کی آمدنی امداد مین دے - چہٹے آمدنی پر دس روپیہ ماہوار کے حساب سے اہل وسعت مدد دین جب تک یہ ۱۰ ہزار روپیہ پورا نہ ہو جاوے + اگر اس طرح سے ۱۰ ہزار روپیہ جمع ہو جائے - تو دو ہزار کاپی انگریزی رسالہ کی مفت تقسیم ہو سکتی ہے اور ۵ سو کاپی اردو رسالہ کی اگر کہین ضرورت ہو مفت تقسیم کی جاوے مجھے یہ بہی معلوم ہوا ہے کہ بعض غیر احمدیون نے رسالہ نہ بند ہو جانے کیصورت مین خریدنا منظور کیا تہا - ایسے اصحاب کو اگر وہ پسند کرین تو یہ رسالہ نصف قیمت پر مفت دیا جاوے تاکہ ایسے اصحاب کو اس رسالہ کے پڑہنے سے ہمارا حال معلوم ہو جائے اور ہمارے عقائد اور ہمارا اسلام سمجھ مین آ جائے جسے وہ قرآن کے اسلام سے علیحدہ اسلام سمجھے بیٹہے ہیں - ایسے خریدارون کو اطلاع دینے کے واسطے اخبار وطن مین چہاپ دینا کافی ہے میرا دل چاہتا ہے کہ اپریل کے پرچے اس دو ہزار کی تعداد کے ساتہ ملکر چہاپے جائیں اور تقسیم ہون - اسواسطے آپ اگر مناسب سمجہیں - تو اخبار بدر و الحکم کے پہلے پرچہ مین اس تحریر کو شائع کرکے ناظرین فناصرین سے اس امر کی درخواست کرین - کہ وہ آپ کو بہت جلد اطلاع دین کہ وہ کس تجویز پر عمل کرنے کو طیار ہیں یا کسی اور صورت پر جو آسان اور مناسب ہو - جس سے اس تعداد کا پورا ہونا ممکن ہو - یہہ عاجز خداوند کریم کے فضل و کرم پر بہروسہ کرکے اس قدر عرض کر دیتا ہے کہ خود ہر ایک تجویز پر عمل کرنیکے واسطے تیار ہے - ۲۵ - مارچ سنہ ۱۹۰۶ء

عاجز رستم علی از انبالہ

---

(۳) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

مین خدا تعالٰے کا بڑا شکر کرتا ہون کہ یہ تجویز نہیں ہوئی - مگر ان ایسی ایسی تحریرون سے بہت سے سعید الفطرت ہم سے حسن ظن ہو گئے ہیں آپکے خطون نے اپنا اثر ضرور دکھلایا ہوگا - یہ خدا تعالٰی کی حکمت تہی جو ایسا ہوا - اب مین وہ بات لکھتا ہون جسکی وجہ سے یہ خط لکھا گیا - میری عقل ناقص مین رسالہ کی اعانت کے متعلق یہ تجویز سوجہی ہے - اگر ٹہیک ہے تو اسپر عمل ہونا چاہئے -

یعنی ان مخلص احباب کی جو اس سلسلہ مین داخل ہیں - اور ساتہ ہی ان کی آمدنی بہی دس روپیہ ماہوار سے زیادہ ہے - ایک فہرست طیار کر لی جائے - یعنے بذریعہ اخبارات یا اشتہار یا خطوط یا جس طرح مناسب ہو - تمام جگہون کے احمدی احباب سے انکے علیحدہ علیحدہ پتے دریافت کرنے چاہئیں - اور دوسرے تمام بہائیون سے اون کے متعلق دریافت کرنا چاہئے - کہ کیا وہ ایک خاص امداد اس سلسلہ کو دینے کے لئے تیار رہینگے - چاہے ایک پیسہ ہی ہو -

پھر جب ایسے احباب بکثرت تیار ہو جاوین - تو ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ خط کے ذریعہ سے دریافت کرنا چاہئے کہ وہ کسقدر یکمشت چندہ دے سکتے ہیں اور کسقدر ماہوار دینے کی گنجایش رکہتے ہیں - ساتہ ہی یہ بہی ضروری ہے کہ چونکہ اس سلسلہ کے تمام احباب پر بڑا بوجہ ہے - اسلئے (؟) کو یکمشت چندہ کے بارہ مین یہ مجبوری نہ ڈالی جاوے - کہ وہ یکلخت ہی چندہ ادا کرے - بلکہ ساتہ ہی انکو یہ بہی جتلایا جانا چاہئے - کہ یکمشت چندہ ادا کرنے کے لئے بہی تین ماہ کی مہلت ہر ایک کو دی جاتی ہے وہ جسقدر گنجایش کر سکتا ہے - کرے - کیونکہ اب معاملہ ضدی ہو گیا ہے - اسلئے ضروری ہے کہ ہمت دکہلائی جائے - کیا ہم مولوی انشاء اللہ وغیرہ کی مدد کے محتاج ہیں ؟ ہرگز نہیں - ہمارے مال حاضر ہیں جان حاضر ہے - اور جو کچہ ہے حاضر ہے - معاف رکہیں مین ایک محدود لیاقت کا آدمی ہون - ممکن ہے میری تحریر آگے پیچہے معنون کو ادا کرے - آپ مطلب سمجہکر اگر مناسب ہو - تو چہاپ دیوین - یقین رکہتا ہون - کہ جس نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دل سے شناخت کیا ہوا ہے - وہ اس موقع پر ہرگز بہی نہیں چہپا سکتا - بلکہ اس موقع پر جبکہ حضرت اقدس کے دلاورد کو مخالف سننا نہیں چاہتے - اسقدر جوش دکہلانا چاہئے کہ کثرت اشاعت سے مخالفون کے کانون مین وہ آواز

رافع الظلام ودافع الاوہام

آج ہفتہ وار پیسہ اخبار مطبوعہ ۲۴-مارچ سنہ میری نظر سے گذرا اور اوسکے صفحہ ۵ پر ایک مضمون جسکی سُرخی "مرزا صاحب قادیانی اور مسلمانوں کے معتقدات" ہے دیکھا۔ مجھکو پیسہ اخبار کے ایڈیٹر پر سخت تعجب آتا ہے کہ وہ ایسے جاہلانہ مضامین کیون درج اخبار فرماکر اپنے اخبار کو منصف مزاجون کی نظر مین حقیر و ذلیل بنانا گوارا فرماتے ہین۔ خیر یہ بجائے خود ایک مستقل بات ہے اور اسوقت میرا یہ منشا نہین کہ پیسہ اخبار کے ایڈیٹر کی غلطیان ظاہر کرون۔ مضمون پڑھتے ہوئے مضمون کے خاتمہ پر کسی کٹھ ملا کا نام دیکھنے کا انتظار تھا چنانچہ میرا خیال صحیح نکلا اور مضمون نگار نام مینے اسطرح لکھا ہوا دیکھا "راقم مولوی حکیم احمد جان از نجیب آباد" مین ایک ایسا شخص ہون کہ نجیب آباد کے رہنے والے تقریبًا تمام پڑھے لکھے آدمیون سے واقف ہون اور بہت ہی غیر مشہور جاہل یا مزدوری پیشہ طبقہ کو چھوڑکر باقی اوسط و اعلےٰ طبقہ کے باشندگان نجیب آباد کے متعلق کوئی شخص دعوےٰ نہین کرسکتا کہ وہ مجھہ سے زیادہ واقف ہے۔ مینے ہرچند غور کیا مگر کوئی مولوی حکیم احمد جان ذہن مین نہ آیا لہذا میرا یقین پختہ ہوگیا کہ یا تو پیسہ اخبار کے کاتب کی غلطی ہے یا خود مضمون نگار نے کسی مصلحت سے اپنا نام بدلا ہے ہون نہ ہون یہ وہی خودستا حکیم صاحب اور اپنے منہ میان مٹھو مولویصاحب ہین جنکے ایک سابقہ مضمون کی دھجیان مین اپنے مضمون مندرجہ الحکم مطبوعہ ۱۷-مارچ مین اڑا چکا ہون ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را می شناسم

خودستا مولویصاحب کا مضمون اس قابل نہین کہ اسکی طرف کوئی احمدی متوجہ ہو کیونکہ یہ بالکل اوسی قسم کی باتین ہین جیسی اکثر ناواقف جہلا اور گنوار لوگ اپنی چوپال مین بیٹھکر کیا کرتے ہین۔ اسوقت اس کے متعلق لکھنے کی اسوجہ سے ضرورت سمجھی کہ سُنا گیا ہے خودستا مولوی صاحب میرے مضمون مندرجہ الحکم ۱۷-مارچ کو دیکھکر آجکل بڑی کوشش و کاوش سے اوسکا رد لکھنے مین مصروف ہین۔ احتمال ہے کہ شاید وہ پھر کچھ شان مولویت دکھلائین اور اظہار لیاقت فرمائین تو اونکو اپنے اس مضمون کا کوئی حوالہ دینے کی ضرورت نہ پڑے۔ اصل مضمون کی طرف متوجہ ہونے سے پیشتر بطریق تمہید یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خداتعالےٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے لا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا یعنے کسی قوم کی عداوت کے سبب سے اون سے بے انصافی مت کرو انصاف کرو۔ مگر ہمارے خودستا مولویصاحب اسپر عمل نہین کرسکے۔ خداتعالےٰ فرماتا ہے فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون۔ یعنی خدا اور اوسکی آیتوں کے بعد کس حدیث پر ایمان لائینگے۔ مگر خودستا مولوی صاحب ہین کہ اسطرف مطلق توجہ نہین کرتے خداتعالےٰ فرماتا ہے وان الظن لا یغنی من الحق شیئًا یعنے محض ظن حق الیقین کے مقابلہ پر کچھہ چیز نہین۔ مگر خودستا مولوی حدیث کو قرآن شریف پر قاضی سمجھنے کے اعتقاد سے رجوع نہین کرتے اور حدیث احاد سے آیت قرآن شریف کو رد کرنیکے لئے مستعد ہین۔ خداتعالےٰ نے قرآن شریف کی نسبت فرماتا ہے لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافًا کثیرًا اور عدم اختلاف اوس کے من جانب اللہ ہونے کی دلیل ٹھہراتا ہے لیکن خودستا مولویصاحب قرآن شریف کے دو حصّوں قصص و ہدایات مین تمیز نہ کرنے کی وجہ سے اختلاف پیدا کرکے اوسکو من عند غیر اللہ ٹھہراتے ہین اور آیات متشابہات سے آیات بینات کو بڑی دلیری کے ساتھہ رد کرتے ہین قرآن شریف کا تو یہ دعوےٰ ہے کہ مین اختلافی مسائل مین فیصلہ کرنیوالا ہون جیساکہ آیت لیبین لہم الذی یختلفون فیہ سے ظاہر ہے مگر خودستا مولوی صاحب اپنی رطب و یابس روایات کو پیش کرتے ہین اور قرآن شریف کی طرف آنکھہ اٹھاکر نہین دیکھتے یا دیکھتے ہین تو افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کے مصداق بنتے ہین چنانچہ قرآن شریف مین تیس کے قریب آیات سے وفات مسیح ثابت ہے مگر وہ اپنے باپ دادون کی تقلید کرنے والون کی نسبت خداتعالےٰ فرماتا ہے

لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم اذان لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل۔ خداتعالےٰ تو قرآن شریف کی تعریف مین فرماتا ہے الحمد للہ الذی انزل علےٰ عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا اور خودستا مولوی اوسکو ٹیڑا بنانے سے مطلق نہین ڈرتے اور یہ سب کچھہ نتیجہ ہے قلت تدبر اور خودستائی کا۔ افلا یتدبرون القرآن ام علےٰ قلوب اقفالہا خودستائی کی نسبت خداتعالےٰ فرماتا ہے ساصرف عن آیتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق جسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ خودستا آیات الٰہی کے سمجھنے مین قاصر ہے۔ اب خودستا مولویصاحب کے مضمون کیطرف متوجہ ہوتا ہون۔ پہلی بات اس مضمون کی یہ ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی جسقدر تحریرین مضمون نگار نے دیکھی ہین وہ سب کی سب یؤمنون بالغیب کے خلاف ہین مین کہتا ہون کہ اگر کوئی شخص ختم اللہ علی قلوبہم الخ اور فلما زاغوا الخ کے تحت مین آکر کسی اظہر من الشمس اور صاف و سیدھی بات کو نہ سمجھے تو اوس کے لئے سوائے اسکے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ؎

گر نہ بینی بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

دوسری بات یہ ہے کہ عام مسلمانون کا سلف سے خلف تک یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کو اللہ تعالےٰ نے زندہ آسمان پر اٹھالیا مین کہتا ہون کہ عام مسلمانون سے اگر تمام مسلمان مراد ہین تو مذکورۂ بالا بیان بالکل فریب ہے دہوکہ ہے اور سفید جھوٹ ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین مین اپنے مضمون مندرجہ الحکم ۱۷-مارچ مین اس بات کو بوضاحت دکھلاچکا ہون کہ قدیم سے نہایت بزرگ اور رشاندار گروہ وفات عیسیٰ کا قایل چلاآتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہوقت تک یہ اختلافی مسئلہ تہا اور بس۔ خودستا مولوی صاحب نے دمشق کے منارہ شرقی والی حدیث لکھی ہے مین کہتا ہون کہ پیشگوئی کے الفاظ پر تفصیلی یقین کیضرورت نہین بلکہ یقین بالاجمال چاہیئے اور یہی مذہب ہے علما اور ائمہ مجتہدین کا اب دیکھیئے صحیح مسلم کے الفاظ ہین عند منارۃ البیضاء شرقی دمشق یعنے نزدیک ایک جگہ نورانی کے جو شرقی جانب ہے دمشق سے۔ معترض خودستا مولویصاحب تو سمجھ نہین سکتے اون کو چاہیئے کہ اسکول کے کسی طالب علم یعنی کسی میرے شاگرد سے دریافت کرلین کہ جس عرض البلد پر دمشق واقع ہے ٹھیک اوسی عرض البلد پر شرق کی جانب قادیان واقع ہے۔ یا نہین حدیث نواس بن سمعان مین ہے ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال رایت ابن مریم یخرج من تحت المنارۃ البیضاء شرقی دمشق رواہ ابن عساکر یعنے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھا مینے ابن مریم کو نکلتے ہوئے ایک جگہ نورانی اور سفید کے نیچے سے جو دمشق کے مشرق کی جانب ہے۔ روایت کیا ان الفاظ کو ابن عساکر نے۔ اب غور کیجئے کہ رایت کا لفظ صاف اس بات کو ظاہر کررہا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عالم کشف مین ایک آیندہ کا واقعہ دیکھا اور اسیطرح سے تقریبًا تمام پیشگوئیون کے متعلق حضرت نے عالم کشف مین ہی دیکھکر ارشاد فرمایا ہے جو شخص قرآن کریم کو تدبر سے پڑھتا ہے اور احادیث پر اوسکو عبور حاصل ہے اور خود بھی عالم کشف اور رؤیا کے عجائبات سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ استعارات سے کہانتک کام لیا جاتا ہے ایک جاہل کا دماغ بھلا کہان ان غوامض شرعیہ تک پہونچ سکتا ہے جبتک خاص عنایت خداوندی شامل حال نہو ورنہ یون تو ایک کٹھ ملا حضرت یوسف علیہ السلام کی رؤیا کے متعلق عجیب بے تکی باتین بیان کرسکتا ہے لیکن قصص اور اخبار آیندہ کے متعلق ظاہر الفاظ پر ہی تمسک کرنے سے تو قرآن شریف کی بہت سی آیات سے انکار لازم آتا ہے۔ یہ بات بھی قابل تذکرہ ہے کہ منارہ ظرف کا صیغہ ہے جسکے معنی محل نور کے ہین۔ اور تخصیص دمشق کی وجہ اگر معلوم کرنی ہو تو ذیل کی عبارت بغور پڑہنی چاہیئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دمشق کی طرف ایک توجہ خاص رکھتے تھے۔ چنانچہ ملاحظہ احادیث سے ظاہر ہے کہ کسی حدیث مین آپنے اوسکو خیر منازل المسلمین فرمایا ہے اور کسی حدیث مین اوسکو خیر مدن الشام فرمایا ہے اور کسی مقام مین … پس یہہ اشتباہ ہوتا کہ شاید دمشق ہی نزول گاہ عیسی ابن مریم ہوگا پس اس شبہ کے رفع کرنیکے واسطے ارشاد ہوا کہ محل نزول عیسیٰ خاص دمشق نہین ہے بلکہ دمشق کے شرقی جانب محل نزول عیسیٰؑ ہوگا جوکہ اب قادیان متعین ہوا (ماخوذ از مسک العارف)

پھر مضمون نگار نے جوکچھہ لکھا ہے اوسمین یہ بھی تذکرہ ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی کسی تصنیف مین یہ لکھا ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان مین ہوا اور پتھر اور آگ اور برف و پانی وغیرہ ہین جو مانع صعود عیسیٰ ہین۔ مین کہتا ہون کہ مینے آجتک حضرت اقدس علیہ السلام کی کسی تصنیف مین یہ نہین دیکھا کہ آسمان و زمین کے درمیان فضا مین حشل ہوا کے پتھر بھی ہین۔ خودستا مولوی صاحب نے جو بہتان بندی کا ٹھیکہ لے رکھا ہے اگر اوس سے کام نہین لیا ہے تو یہ غلط بیانی غالبًا اون کی کم علمی کیوجہ سے سرزد ہوئی ہے شاید اونہون نے کہین اپتھر لکھا ہوا دیکھا ہوگا۔

دیکھو اسکے بعد تمام خیالی فضا مین ایک نہایت لطیف و رقیق چیز فلسفیون نے مانی ہے بیچارے خود ستا مولوی صاحب کو اتنی فرصت اور اتنا ہوش کہان کہ اصطلاحات علم فلسفہ ہیئت وغیرہ سے واقفیت حاصل کرین مجھکو اونکی اس سادہ لوحی پر رحم آتا ہے کہ انہون نے ایتھر کو پتھر سمجھ لیا- پھر خدا تعالےٰ کی ایک صفت علی کل شیء قدیر کو پیش نظر رکھکر تمام محالات کو جائز قرار دیا گیا ہے- مین کہتا ہون کہ اس سے سادہ لوح مولویصاحب نے اپنی جہالت و کم فہمی کا پورا پورا ثبوت دیدیا ہے- خدا تعالےٰ کی کوئی صفت اسطرح مانی کہ جس سے اوسکی کسی دوسری صفت کا انکار ہوتا ہو بالاجماع ضلالت و گمراہی ہے- مثلاً خدا تعالےٰ نے جھوٹ نہین بولتا اور اوس نے فرمایا ہے کہ فوت شدہ لوگ پھر زندہ ہوکر دنیا مین نہین بھیجے جاتے اور یہ مضمون قرآن شریف کی بہت سی آیات مین مختلف مقامات پر مندرج ہے اور احادیث نبوی بھی اسپر شاہد ہین تو کیا یہ ممکن ہے کہ خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو فوت شدہ ثابت ہین پھر دوبارہ دنیا مین بھیجے ؟ ہرگز نہین- باقی رہی حضرت عیسیٰ کی وفات کی بات سو وفات اون کی قرآن شریف سے ثابت ہے جیسا کہ مضمون ہذا و مضمون سابق ۱۷- مارچ الحکم سے ظاہر ہے- اگر خود ستا مولویصاحب مین کچھ غیرت و حمیت اور انصاف کا مادہ ہے تو قرآن شریف سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زندہ مع جسم آسمان پر جانے اور تاحال بے آب و دانہ زندہ رہنے کا ثبوت دکھلائین ورنہ ہٹ دھرمی اور ضد سے باز آئین اور اپنے دل مین شرمائین- خود ستا مولوی صاحب ناحق ادھر ادھر ہاتھ پاؤن مارتے ہین اونکو چاہیئے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی موت تک حیات اور آسمان زندہ مع الجسم جانے کو ثابت فرماوین پھر باقی مسائل جو اسی مسئلہ کی شاخین ہین خود بخود طے ہوجاوینگے- ناحق اسقدر کوشش فرماتے ہین اور مفت مین ذلیل ہوتے ہین-

ع بر رسولان بلاغ باشد و بس

پھر مضمون نگار نے چند غیر منتظم اور منتشر باتین کی ہین یعنی معراج مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر خدا نے کیسے رکھا- حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا باتین کرنا- مردون کو زندہ کرنا وغیرہ باتین بیان کرکے سنت اللہ یعنی قانون قدرت کا کوئی چیز نہ ہونا ثابت کیا ہے- مین کہتا ہون کہ مضمون نگار اگر پہلے اپنے یہان کے مفسرین اور علما کے اختلاف سے ہی واقف ہوتے تو ایسی باتین نہ لکھتے- جن باتون کا سادہ لوح مولویصاحب نے تذکرہ کیا ہے مضمون کو مختصر کرنیکے لئے مین کہتا ہون کہ اگر یہ باتین قانون قدرت کے خلاف ہین تو خدا نے کیون بیان فرما دیا ہے اُن باتون کو جو قانون قدرت کے خلاف ہین اور خدا نے بیان نہین فرمایا بھلا کوئی کیسے مان سکتا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ اور پھر ان باتون کو حضرت اقدس علیہ السلام کے دعاوی سے تعلق کیا ؟- اب کوئی یہ تو بتلائے کہ خدا تعالےٰ نے کہان فرمایا ہے کہ حضرت عیسےٰ کو زندہ مع جسم عنصری آسمان پر اُٹھالیا اور خدا نے کہان فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے اگر کوئی کہے کہ خدا قادر ہے ایسا کرسکتا ہے- تو مین کہتا ہون کہ اول تو کرسکتا ہے اور کریگا یا کرتا ہے مین بہت فرق ہے دوسرے یہ کہ خدا ایسا نہین کریگا کیونکہ جب کفار نے سید المرسلین صلعم سے کہا کہ ہم جب آپ کو مانینگے کہ جب آپ آسمان پر چڑھ جائین اسکے جواب مین خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ قل ھل کنت الا بشرا رسولا جبکہ سید المرسلین نے ہی حکم خدا سے فرمایا کہ مین بشر رسول ہون اسلئے آسمان پر نہین جا سکتا تو حضرت عیسیٰ بھی اگر بشر رسول تھے تو ہرگز زندہ آسمان پر نہین گئے- خدا خود فرماتا ہے کہ اے عیسیٰ مین تجھے وفات دینے کو ہون اوس کے بعد حضرت عیسیٰ خود فرماتے ہین کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم- پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے ماجعلنا ھم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین اور فرماتا ہے ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الخ-

غضب ہے کہ پھر بھی حضرت عیسےٰ کی وفات مین شک اور آسمان پر زندہ مع جسم پہونچنے کی دلیل بیان کیجاتی ہے کہ خدا قادر ہے پھر سادہ لوح مولویصاحب فرماتے ہین کہ حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک جسقدر انسان پیدا ہوئے اور ہونگے وہ چاہے تو سب کو آسمان پر زندہ لیجا سکتا ہے اور زندہ رکھ سکتا ہے- مین کہتا ہون کہ مین مانتا ہون کہ وہ ایسا کرسکتا ہے مگر اوسنے ہرگز ایسا نہین کیا اور نہ کریگا اور جو اسکو نہین مانتا وہ سخت بیوقوف اور جاہل ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نے صاف فرما دیا ہے منھا خلقناکم و فیھا نعیدکم الخ اور اوسنے فرما دیا ہے- کل نفس ذائقۃ الموت اور اوس نے فرما دیا ہے وماجعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فھم الخالدون- آگے سادہ لوح مولویصاحب نے جو فقرہ لکھا ہے مین اوسکو قطعی نہین سمجھ سکا لہذا اوسکو بعینہ نقل کئے دیتا ہون۔ "اور نہ عاجز ہے یا خاص اس کام سے عاجز ہے اور عاجز خدا ہو نہین سکتا اب رہی رسالت اسمین کبھی آپ حضرت اور کبھی رسول اللہ نے بروزی ہوتے ہین" اس سے اگلا فقرہ یہ ہے "اپنے نبی کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ویعلم الکتاب والحکمۃ سو حکمت کو آپ ظنی بتاتے ہین فرشتون کو آپ جمادات اور سورج تارون سے بدتر بتاتے ہین جن مین اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی قوت نہین" مین کہتا ہون مضمون نگار کٹھ ملا کو چاہیئے کہ شہادۃ القرآن اور آئینہ کمالات اسلام مطالعہ کرین پھر کٹھ ملا صاحب لکھتے ہین "اب رہی قیامت تو اوسکی نسبت آپ کا ایسا ہی خیال معلوم ہوتا ہے جیسا فرشتون کی نسبت ہے" مین کہتا ہون کہ فرشتون کی بابت تو اوپر کے فقرہ مین جمادات و سورج وغیرہ سے فرشتون کا بدتر ہونا آپ نے ظاہر کیا ہے سمجھ مین نہین آتا کہ قیامت کو اس سے کیا تعلق اور مثل فرشتون کے قیامت کا خیال کیسے ہوسکتا ہے ؟ کچھ کتابین پڑھ لیتے تو ایسا نہ کہتے- آگے کٹھ ملا صاحب نے حضرت اقدس علیہ السلام کی نسبت اپنے دل کا بخار گندی اور زہریلے الفاظ مین نکالا ہے سوائے اسکے اور کیا کہون کہ ہمارے مسیح موعود علیہ السلام پر جو [illegible] انزل فرمایا ہے انی مھین من اراد اھانتک-

والسلام علے من اتبع الہدیٰ فقط

راقم

خاکسار اکبر شاہ خان احمدی نجیب آبادی

تصنیف تازہ حضرت مسیح موعودؑ زلزلہ کی پیشگوئی

پھر چلے آتے ہین یارو زلزلہ آنیکے دن
زلزلہ کیا اس جہان سے کوچ کر جانیکے دن
تم تو ہو آرام مین پر اپنا قصہ کیا کہین
پھرتے ہین آنکھون کے آگے سخت گھبرانے کے دن
کیون غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہوگئے ہین اس کا موجب میرے جھٹلانیکے دن
غیر کیا جانے کہ غیرت اوسکی کیا دکھلائیگی
خود بتائیگا انہین وہ یار بتلانے کے دن
وہ چمک دکھلائیگا اپنے نشان کی پنج بار
یہ خدا کا قول ہے سمجھو گے سمجھانے کے دن
طالبو! تم کو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہین
اُس مرے محبوب کے چہرہ کے دکھلانیکے دن
وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکارینگے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانیکے دن
اے مرے پیارے یہی میری دعا ہے روز و شب
گود مین تیری ہون ہم اُس خون دل کھانیکے دن
کرم خاکی ہون مرے پیارے نہ آدم زاد ہون
فضل کا پانی پلا اس آگ برسانے کے دن
اے مرے یار یگانہ اے مرے جان کی پناہ
کر وہ دن اپنے کرم سے دین کے پھیلانیکے دن
پھر بہار دین کو دکھلا اے مرے پیارے قدیر
کب تلک دیکھین گے ہم لوگون کے بہکانیکے دن
دن چڑھا ہے دشمنان دین کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج دکھا اس دین کے چمکانیکے دن
دل گھٹا جاتا ہے ہردم جان بھی ہے زیر و زبر
اک نظر فرما کہ جلد آئین تیرے آنیکے دن
چہرہ دکھلا کر مجھے کر دیجئے غم سے رہا
کب تلک لمبے چلے جائینگے ترسانے کے دن
کچھ خبر لے تیرے کوچہ مین یہ کس کا شور ہے
کیا مرے دلدار تو آئیگا مر جانے کے دن
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اے ناخدا
آگئے اس باغ پر اے یار مرجھانے کے دن
تیرے ہاتھون سے مرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ دین میت ہے اور یہ دن ہین دفنانیکے دن
اک نشان دکھلا کہ اب دین ہوگیا ہے بے نشان
دل چلا ہے ہاتھ سے لا جلد ٹھہرانے کے دن
میرے دل کی آگ نے آخر دکھایا کچھ اثر
آگئے ہین اب زمین پر آگ بھڑکانیکے دن
جب سے میرے ہوش غم سے دین کے ہین جاتے رہے
طور دنیا کے بھی بدلے ایسے دیوانے کے دن
چاند اور سورج نے دکھلائے ہین دو داغ کسوف
پھر زمین بھی ہوگئی بیتاب تھرانے کے دن
کون روتا ہے کہ جس سے آسمان بھی رو پڑا
لرزہ آیا اس زمین پر اُس کے چلانے کے دن
صبر کی طاقت جو تھی وہ اے پیارے اب نہین
میرے دلبر اب دکھا اس دل کے بہلانیکے دن
دوستو! اوس یار نے دین کی مصیبت دیکھ لی
آئینگے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن
اک بڑی مدت سے دین کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقین سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
دن بہت ہین سخت اور خوف و خطر درپیش ہے
پر یہی ہین دوستو! اُس یار کے پانے کے دن
دین کی نصرت کے لئے اک آسمان پر شور ہے
اب گیا وقت خزان آئے ہین پھل لانیکے دن
چھوڑ دو وہ راگ جسکو آسمان گاتا نہین
اب تو ہین اے دل کے اندھو دین کے گن گانیکے دن
خدمت دین کا تو کھو بیٹھے ہو بغض و کین سے وقت
اب نہ جائین ہاتھ سے لوگو! یہ پچھتانے کے دن

* خدا تعالیٰ کے اصل لفظ مین جو مجھ پر نازل ہوئے یہ ہین وہ یہ ہین چمک دکھلاؤنگا تم کو اس نشان کی پنج بار

[illegible]

چشمہ مسیحی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اور بعد اور دوری کے صدمے سے ایسا گداز ہوتا ہے کہ بس مر ہی جاتا ہے اس لئے وہ صرف ان باتوں کو گناہ نہیں سمجھتا کہ جو عوام سمجھتے ہیں کہ قتل نکر خون نکر زنا نہ کر چوری نکر جھوٹی گواہی ندے۔ بلکہ وہ ایک ادنے غفلت کو اور ادنے التفات کو جو خدا کو چھوڑ کر غیر کیطرف کیجائے ایک کبیرہ گناہ خیال کرتا ہے اسلئے اپنے محبوب ازلی کی جناب میں دوام استغفار اُسکا ورد ہوتا ہے اور چونکہ اس بات پر اُسکی فطرت راضی نہیں ہوتی کہ وہ کسی وقت بھی خداتعالے سے الگ رہے اسلئے بشریت کے تقاضا سے ایک ذرہ غفلت بھی اگر صادر ہو تو اس کو ایک پہاڑ کی طرح گناہ سمجھتا ہے یہی بھید ہے کہ خداتعالے سے پاک اور کامل تعلق رکھنے والے ہمیشہ استغفار میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے کہ ایک محبّ صادق کو ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ اُسکا محبوب اُسپر ناراض نہ ہوجائے اور چونکہ اُسکے دل میں ایک پیاس لگادی جادی جاتی ہے کہ خدا کامل طور پر اُس سے راضی ہو اس لئے اگر خداتعالے یہہ بھی کہے کہ میں تجہہ سے راضی ہوں تب بھی وہ اسقدر پر صبر نہیں کرسکتا کیونکہ جیسا کہ شراب کے دور کے وقت ایک شراب پینے والا ہردم ایک مرتبہ پیکر پھر دوسری مرتبہ مانگتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کے اندر محبّت کا چشمہ جوش مارتا ہے تو وہ محبّت طبعًا یہ تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خداتعالے کی رضا حاصل ہو پس محبت کی کثرت کیوجہ سے استغفار کی بھی کثرت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ خدا سے کامل طور پر پیار کرنے والے ہردم اور ہر لحظہ استغفار کو اپنا ورد رکہتے ہیں اور سب سے بڑھکر معصوم کی یہی نشانی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے اور استغفار کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ ہر ایک لغزش اور قصور جو بوجہ ضعف بشریت انسان سے صادر ہوسکتی ہے اوس امکانی کمزوری کو دور کرنے کے لئے خدا سے مدد مانگی جائے تا خدا کے فضل سے وہ کمزوری ظہور میں نہ آوے اور مستور ومخفی رہے۔ پھر بعد اس کے استغفار کے معنے عام لوگوں کے لئے وسیع کئے گئے اور یہ امر بھی استغفار میں داخل ہوا جو کچھہ لغزش اور قصور صادر ہوچکا خداتعالے اوس کے بد نتائج اور

زہریلی تاثیروں سے دنیا اور آخرت میں محفوظ رکہے پس نجات حقیقی کا سرچشمہ محبّت ذاتی خدائے عزّوجل کی ہے جو عجز و نیاز اور دائمی استغفار کے ذریعہ سے خداتعالے کی محبّت کو اپنی طرف کہینچتی ہے اور جب انسان کمال درجہ تک اپنی محبت کو پہونچاتا ہے اور محبت کی آگ سے اپنے جذبات نفسانیت کو جلادیتا ہے۔ تب ایک دفعہ ایک شعلہ کی طرح خداتعالے کی محبت جو خداتعالے اوس سے کرتا ہے اسکے دلپر گرتی ہے اور اوسکو سفلی زندگی کے گندوں سے باہر لے آتی ہے اور خدائے حیّ وقیوم کی پاکیزگی کا رنگ اوس کے نفس پر چڑہجاتا ہے بلکہ تمام صفات عالیہ سے ظلّی طور پر اسکو حصہ ملتا ہے تب وہ تجلّیات عالیہ کا مظہر ہوجاتا ہے اور جو کچھہ ربوبیت کے ازلی خزانہ میں مکتوم ومستور ہے اس کے ذریعہ سے وہ اسرار دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ خدا جس نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے بخیل نہیں ہے۔ بلکہ اوس کے فیض دائمی ہیں۔ اور اوس کے اسماء اور صفات کبھی معطل نہیں ہوسکتے اسلئے وہ بشرط تقوے اور مجاہدہ جو کچہہ اولین کو دیا ہے وہ آخرین کو بھی دیتا ہے۔ جیسا کہ خود اوس نے قرآن شریف میں یہ دعا سکہلائی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنے اے ہمارے خدا ہمیں وہ سیدھی راہ دکہلا جو اون لوگوں کی راہ ہے جنپر تیرا فضل اور انعام ہوا اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ وہی فضل اور انعام جو تمام نبیوں اور صدیقوں پر پہلے ہوچکا ہے وہ ہمپر بھی کر اور کسی فضل سے ہمیں محروم نہ رکہہ یہ آیت اس امت کو اسقدر عظیم الشان امید دلاتی ہے جس میں گذشتہ امتیں شریک نہیں ہیں کیونکہ تمام انبیاء کے متفرق کمالات تہے اور متفرق طور پر اونپر فضل اور انعام ہوا۔ اب اس امت کو یہ دعا سکہلائی گئی کہ اون تمام متفرق کمالات کو مجہہ سے طلب کرو پس ظاہر ہے کہ جب متفرق کمالات ایک جگہ جمع ہوجائینگے تو وہ مجموعہ متفرق کی نسبت بہت بڑھ جائے گا اسی بناپر کہا گیا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ یعنی تم اپنے کمالات کے رو سے سب امتوں سے بہتر ہو۔

اب یہ بھی جاننا چاہیئے کہ یہ کمالات متفرقہ اس امت میں جمع کرنے کا وعدہ کیوں دیا گیا۔ اس میں بھید یہ ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جامع کمالات متفرقہ ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالے فرماتا ہے فبھداھم اقتدہ یعنی تمام نبیوں کو جو ہدایتیں ملی تھیں اون سب

کا اقتدا کر۔ پس ظاہر ہے کہ جو شخص اون تمام متفرق ہدایتوں کو اپنے اندر جمع کرے گا اوس کا وجود ایک جامع وجود ہوجائیگا اور تمام نبیوں سے وہ افضل ہوگا۔ پھر جو شخص اُس نبی جامع الکمالات کی پیروی کرے گا ضرور ہے کہ ظلّی طور پر وہ بھی جامع الکمالات ہو۔ پس اس دعا کے سکہلانے میں جو سورہ فاتحہ میں ہے یہی راز ہے کہ تا کاملین امت جو نبی جامع الکمالات کے پیرو ہیں وہ بھی جامع الکمالات ہوجائیں۔ پس افسوس اُن لوگوں پر جو اس اُمّت کو ایک مردہ خیال کرتے ہیں اور خدا تو جامع الکمالات ہونیکے لئے انکو دعا سکہلاتا ہے مگر وہ محض مُردہ رہنا چاہتے ہیں انکے نزدیک یہ بڑے گناہ کی بات ہے۔ کہ مثلاً کوئی یہ دعوے کرے کہ میرے پر مسیح ابن مریم کی طرح وحی نازل ہوتی ہے[*] انکے نزدیک ایسا شخص کافر ہے کیونکہ قیامت تک خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ کا دروازہ بند ہے۔ تعجب کہ یہ لوگ اس قدر تو مانتے ہیں کہ اب بھی خداتعالے سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تہا مگر یہ نہیں مانتے کہ اب

بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ پہلے بولتا تہا حالانکہ اگر وہ اس زمانہ میں بولتا تو نہیں تو کچھ سننے پر بھی کوئی دلیل نہیں خداتعالے کی صفات کو معطل کرنے والے سخت بدقسمت لوگ ہیں اور حقیقت میں یہ لوگ اسلام کے دشمن ہیں ختم نبوت کے ایسے معنے کرتے ہیں جس سے نبوت ہی باطل ہوتی ہے کیا ہم ختم نبوت کے یہ معنے کرسکتے ہیں کہ وہ تمام برکات جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ملنے چاہئیں تہے وہ سب بند ہوگئے اور اب خداتعالے کے مکالمہ مخاطبہ کی خواہش کرنا لاحاصل ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ کیا یہ لوگ بتلا سکتے ہیں کہ اس صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا فائدہ کیا ہوا جن لوگوں کے ہاتہہ میں بجز گذشتہ قصوں کے اور کچھہ نہیں ان کا مذہب مردہ ہے اور معرفت الٰہی کا اُنپر دروازہ بند ہے۔ مگر اسلام مذہب زندہ ہے اور خداتعالے قرآن شریف میں مسلمانوں کو سورہ فاتحہ میں گذشتہ نبیوں کا وارث ٹھہراتا ہے اور دعا سکہلاتا ہے کہ جو پہلے نبیوں کو نعمتیں دی گئی تہیں وہ طلب کریں۔ مگر جس کے ہاتہہ میں صرف قصّے ہیں وہ کیونکر وارث کہلا سکتے ہیں۔

حاشیہ

[*] یہہ لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں ہمارے سید و مولیٰ خیر الرسل وافضل الانبیاء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں جبکہ کہتے ہیں کہ اس اُمّت میں عیسیٰ بن مریم کا مثیل کوئی نہیں آسکتا تہا اس لئے ختم نبوت کی مہر کو توڑ کر اُسی اسرائیلی عیسیٰ کو کسی وقت خداتعالیٰ دوبارہ دنیا میں لائیگا اور اس اعتقاد سے صرف ایک گناہ نہیں بلکہ دو گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں (۱) اول یہ کہ انکو یہ اعتقاد رکہنا پڑتا ہے کہ جیسا کہ ایک بندہ خدا کا عیسیٰ نام جسکو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں تیس برس تک موسیٰ رسول اللہ کی شریعت کی پیروی کرکے خدا کا مقرب بنا اور مرتبہ نبوت پایا اس کے مقابل پر اگر کوئی شخص بجائے تیس برس کے پچاس برس بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے تب بھی وہ مرتبہ نہیں پا سکتا گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کوئی کمال نہیں بخش سکتی اور نہیں خیال کرتے کہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ خدا کا یہ دعا سکہلانا کہ صراط الذین انعمت علیھم ایک دہوکہ دینا ہے اور اون کا اعتقاد ہے کہ یہ اعتبار اپنے دوبارہ آمد کے خاتم الانبیاء عیسیٰ ہی ہے اور وہی آخری قاضی اور حکم ہے۔ اور نہیں سمجھتے کہ اس پیشگوئی سے خدا کا تو یہ مقصود تہا کہ جیسا کہ اسی امت میں مثیل یہود پیدا ہونگے ایسا ہی اسی امت میں سے مثیل عیسیٰ بھی پیدا کرے جو ایک پہلو سے اُمّتی ہو اور ایک پہلو سے نبی مگر عیسیٰ بن مریم تو ان دونوں ناموں کا جامع نہیں ہوسکتا کیونکہ اُمّتی وہ ہوتا ہے جو محض نبی متبوع کی پیروی سے کمال پاوے مگر عیسےٰ تو پہلے کمال پا چکا (۲) اور دوسرا گناہ ان لوگوں کا یہ ہے کہ قرآن شریف کی نص صریح کے برخلاف حضرت عیسیٰ کو زندہ تصور کرتے ہیں صریح یہ آیت موجود ہے فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم اور اس آیت کے معنے یہ لوگ یہ کرتے ہیں کہ جب کہ تو نے مع جسم عنصری مجکو آسمان پر اٹہالیا۔ یہ عجیب لغت ہے جو حضرت عیسےٰ ہی سے خاص ہے۔ افسوس اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جیسا کہ قرآن شریف میں تصریح ہے۔ یہ سوال حضرت عیسیٰ سے قیامت کے دن ہوگا پس ان معنوں سے جو لفظ التوفی کے کئے جاتے ہیں لازم آتا ہے کہ حضرت عیسےٰ فوت ہونے سے پہلے ہی قیامت کے دن اللہ جلشانہ کے سامنے حاضر ہوجائینگے۔ اور اگر کہو کہ آیت فلما توفیتنی کے یہ معنے ہیں کہ جب کہ تو نے مجکو وفات دیدی تو پھر مجکو کیا خبر تہی کہ میرے مرنے کے بعد میری اُمّت نے کیا طریق اختیار کیا تو یہ معنے بھی اون کے عقیدہ کی رو سے غلط ٹھہرتے ہیں اور دونوں معنوں کی رو سے خداتعالے عیسے کو ایسے عذر باطل کا یہ جواب دے سکتا ہے کہ تو میرے سامنے جھوٹ کیوں بولتا ہے کہ مجھے کچھہ بھی خبر نہیں کیونکہ تو دوبارہ دنیا میں گیا تہا اور دنیا میں چالیس برس تک رہا تہا اور نصاریٰ سے لڑائیاں کی تہیں اور صلیب کو توڑا تہا۔ ماسوا اس کے ان معنوں کی رو سے یہ لازم آتا ہے کہ جب تک حضرت عیسےٰ زندہ رہے عیسائی نہیں بگڑے بلکہ اون کی موت کے بعد بگڑے پس اس سے تو اون لوگوں کو ماننا پڑتا ہے کہ عیسائی ابتک حق پر ہیں کیونکہ ابتک حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ موجود ہیں کیونکہ ابتک حضرت عیسےٰ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ افسوس انہ امت ...

افسوس ان لوگوں پر کہ ان لوگوں کے آگے تمام برکات کا چشمہ کھولا گیا - مگر یہ نہیں چاہتے کہ ایک گھونٹ بھی اس میں سے پئیں -

اب پھر ہم پہلے کلام کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ نجات کا سرچشمہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں محبت اور معرفت ہے اور معرفت ایک ایسی چیز ہے کہ جسقدر معرفت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر محبت بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ محبت کے جوش مارنے کا باعث حسن یا احسان ہے یہ دونوں چیزیں ہیں جنکی وجہ سے محبت جوش مارتی ہے پس جبکہ انسان کو خداتعالے کے حسن اور احسان کا علم ہوتا ہے اور وہ اس بات کا مشاہدہ کر لیتا ہے کہ وہ ہمارا خدا اپنی نامحدود ذاتی خوبیوں کی وجہ سے کیسا حسین ہے اور پھر کس طرح پر اوسکے نامتناہی احسان ہم پر احاطہ کر رہے ہیں تو اس علم کے بعد بالطبع انسان کی وہ محبت جو ازل سے اسکی فطرت میں مرکوز ہے جوش مارتی ہے اور جیسا کہ خداتعالے سب سے زیادہ جمال باکمال سے متصف اور متواتر احسان اور فیضان کی صفت سے موصوف ہے ایسا ہی بندہ جو اسکا طالب ہے بعد معرفت ان صفات کے اس سے ایسی محبت کرتا ہے کہ کسی کو اس کا ثانی نہیں سمجھتا تب نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر اسکو واحد لاشریک جانتا ہے اور اسکی خوبیوں اور اخلاق کا عاشق ہو جاتا ہے اور گو محبت الٰہی کا تخم ازل سے انسان کی سرشت میں رکھا گیا تھا مگر اس تخم کی آبپاشی معرفت ہی کرتی ہے کیونکہ کوئی محبوب بجز معرفت کے اور بجز تجلیات حسن اور جمال اور اخلاق اور وصال کے کسی عاشق کو اپنی طرف کھینچ نہیں سکتا - اور جب معرفت تامہ حاصل ہو جاتی ہے تبھی وہ وقت آتا ہے کہ محبت الٰہی کا ایک چمکتا ہوا شعلہ انسان کے دل پر گرتا ہے اور یکدفعہ اس کو خداتعالے کی طرف کھینچ لیتا ہے تب انسانی روح محبوب ازلی کے آستانہ پر عاشقانہ انکسار کے ساتھ گرتی ہے اور حضرت احدیت کے دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگا کر ایسی پاک و صاف ہو جاتی ہے کہ تمام سفلی کثافتیں دور ہو جاتی ہیں اور ایک نورانی تبدیلی اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے تب وہ روح ناپاک باتوں سے ایسی ہی نفرت کرتی ہے جیسا کہ خداتعالے کو نفرت ہے اور خدا کی رضا اسکی رضا ہو جاتی ہے اور خدا کی خوشنودی اوسکی خوشنودی ہو جاتی ہے لیکن جیسا کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں اس اعلے درجہ کی محبت کے جوش مارنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سالک جو خداتعالیٰ کی طلب میں ہے خدا کے حسن اور احسان پر بخوبی اطلاع پاوے اور درحقیقت اس کے دل میں ذہن نشین ہو جاوے کہ خداتعالے اپنی ذات میں وہ خوبیاں اور حسن اور جمال رکھتا ہے کہ جن کی کوئی انتہا نہیں اور ایسا ہی اسقدر اسکے احسان ہیں اور اسقدر احسان کرنے کے لئے وہ طیار ہے کہ اس سے بڑھ کر ممکن ہی نہیں - اور خداتعالے کا شکر ہے کہ اس کامل معرفت کا سامان اس امت کو کامل طور پر دیا گیا ہے اور ہم خداتعالیٰ کی خوبیوں کے بیان کرنے میں اسکی جناب میں شرمندہ نہیں ہیں ٭ اور جہانتک خوبی تصور میں آسکتی ہے ہم وہ تمام خوبیاں خداتعالے کی ذات اور صفات میں مانتے ہیں نہ ہم آریوں کی طرح یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خداتعالے کسی روح یا کسی ذرہ کے پیدا کرنے پر قادر نہیں اور نہ انکی طرح ہم یہ کہتے ہیں نعوذ باللہ وہ ایسا بخیل ہے کہ نجات ابدی کسی کو دینا نہیں چاہتا اور نہ یہ کہتے ہیں کہ وہ دینے پر قادر نہیں اور نہ ہم آریہ سماج والوں کی طرح یہ کہتے ہیں کہ خداتعالے کی طرف سے وحی کا دروازہ بند ہے اور نہ ہم ان کی طرح یہ کہتے ہیں کہ وہ ایسا سخت دل ہے کہ کسی بندہ کی توبہ قبول نہیں کرتا اور ایک گناہ کیلئے کروڑ ہا جونوں میں ڈالتا رہتا ہے اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ توبہ قبول کرنے پر قادر نہیں - اور نہ ہم عیسائیوں کیطرح یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا ایسا خدا ہے کہ وہ کسی زمانہ میں مر بھی گیا تھا اور یہودیوں کے ہاتھ میں گرفتار بھی ہوا اور زندان میں بھی داخل کیا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا اور وہ ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور اوسکے اور بھائی بھی تھے - اور نہ ہم عیسائیوں کی طرح نعوذ باللہ یہ کہتے ہیں - کہ وہ تین دن کے لئے گناہوں کا بھار اتارنے کے لئے دوزخ میں بھی گیا تھا اور وہ اپنے بندوں کو گناہوں سے نجات نہیں دے سکتا تھا جب تک آپ انکے عوض نہ مرتا - اور تین دن کیلئے دوزخ میں نہ جاتا - اور نہ ہم عیسائیوں کی طرح یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی اور الہام پر مُہر لگ گئی ہے اور اب خداتعالے کے مکالمہ اور مخاطبہ کا دروازہ بند ہے کیونکہ خداتعالے سورۂ فاتحہ میں ہمیں تمام نبیوں کی متفرق نعمتوں کے وارث ٹھہراتا ہے اور اس امت کو خیر الامم قرار دیتا ہے - پس بلاشبہ خداتعالے کا حسن اور احسان جو سرچشمہ محبت کا ہے سب سے زیادہ اوسپر ایمان لانا ہمارے حصہ میں آگیا ہے اور مسلمانوں میں سے سخت نادان اور بدقسمت وہ لوگ ہیں جو اس کے کمال حسن اور احسان کے انکاری ہیں ایک طرف تو اوسکی مخلوق کو اسکی صفات خاصہ میں حصہ دار ٹھہرا کر توحید باری پر دھبہ لگاتے ہیں ٭ اور اوس کے حسن وحدانیت کی چمک کو شراکت غیر سے تاریکی کے ساتھ بدلتے ہیں اور پھر دوسری طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ابدی فیض سے ایسا اپنے تئیں محروم جانتے ہیں کہ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ زندہ چراغ نہیں ہیں بلکہ مردہ چراغ ہیں جنکے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن نہیں ہو سکتا وہ اقرار رکھتے ہیں کہ موسیٰ نبی

. . . .

زندہ چراغ تھا جسکی پیروی سے صدہا نبی چراغ ہو گئے اور مسیح ابن مریم بھی اسی کی پیروی تیس برس تک کر کے اور توریت کے احکام کو بجا لا کر اور موسیٰ کی شریعت کا جوا اپنی گردن پر لیکر نبوت کی انعام سے مشرف ہوا - مگر ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کسی کو کوئی روحانی انعام عطا نہ کر سکی بلکہ ایک طرف تو آپ حسب آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم - اولاد نرینہ سے جو ایک جسمانی یادگار تھی محروم رہے اور دوسری طرف روحانی اولاد بھی آپ کو نصیب نہ ہوئی جو آپ کے روحانی کمالات کی وارث ہوتی - اور خداتعالے کا یہ قول ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین بے معنے رہا - ظاہر ہے کہ زبان عرب میں لکن کا لفظ استدراک کے کیلئے آتا ہے یعنی جو امر حاصل نہیں ہو سکا اوسکے حصول کی دوسرے پیرایہ میں خبر دیتا ہے جسکے رُو سے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جسمانی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی مگر روحانی طور پر آپ کی اولاد بہت ہوگی اور آپ نبیوں کے لئے مُہر ٹھہرائے گئے ہیں یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی پیروی کی مُہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا - غرض اس آیت کے یہ معنے تھے جنکو الٹا کر نبوت کے آئندہ فیض سے انکار کر دیا گیا حالانکہ اس انکار میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سراسر مذمت اور منقصت ہے کیونکہ نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ دوسرے شخص کو ظلّی طور پر نبوت کے کمالات سے متمتع کر دے اور روحانی امور میں اسکی پوری پرورش کر کے دکھلا دے اسی پرورش کی غرض سے نبی آتے ہیں اور ماں کیطرح حق کے طالبوں کو گود میں لیکر خداشناسی کا دودھ پلاتے ہیں - پس اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ دودھ نہیں تھا تو

٭ جیسا کہ ہم بار بار لکھ چکے ہیں معرفت تامہ جناب الٰہی کی بجز وحی الٰہی اور مکالمہ اور مخاطبہ حضرت احدیت اور ایسے عظیم الشان نشانوں کے جو وحی الٰہی کے ذریعہ سے ظاہر ہوں اور خداتعالے کی اوس قدرت پر دلالت کریں جو اسکی الوہیت اور جبروت کا کھلا کھلا نشان ہو حاصل نہیں ہو سکتی وہی معرفت ہے جس کے حق کے طالب بھوکے اور پیاسے ہوتے ہیں وہی معرفت ہے جس کے پانیکے بغیر وہ مر ہی جاتے ہیں پس کیا وہ معرفت اسلام میں موجود نہیں اور کیا اسلام ایک خشک اور مردہ مذہب ہے لعنت اللہ علی الکاذبین بلکہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زندہ ہے اور اپنے پیرو کو زندگی بخشتا ہے وہی ہے جو اسی دنیا میں ہمیں خدا دکھلا دیتا ہے اسکی برکت سے ہم وحی الٰہی پاتے ہیں اور اس کی برکت سے بڑے بڑے نشان ہم سے ظاہر ہوتے ہیں دنیا کے تمام مذہب مر گئے انمیں کچھ بھی برکت اور روشنی نہیں ان کے ذریعہ سے ہم خدا کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکتے انکے ذریعہ سے ہم خدا کے معجزے نمائے نہیں دیکھ سکتے - کوئی ہے !! جو ان برکات میں ہمارا مقابلہ کرے - منہ -

٭ ایک عیسائی یہ بات کہکر کہ اوس کا خدا کسی زمانہ میں تین دن تک مرا رہا تھا کس درجہ اندرہی اندر اپنے اس قول سے ندامت اٹھاتا ہے اور کسقدر خود رنج اسے ملزم کرتی ہے کہ کیا خدا بھی مرا کرتا ہے اور جو ایک مرتبہ مر چکا - اوسپر کیونکر بھروسہ کیا جائے کہ پھر نہیں مریگا پس ایسے خدا کی زندگی پر کوئی دلیل نہیں بلکہ کیا معلوم کہ شاید مر ہی گیا ہو کہ اب زندوں کے اوس میں آثار نہیں پائے جاتے اور اپنے خدا خدا کرنے والوں کو کوئی جواب نہیں دے سکتا کوئی معجزانہ کام نہیں دکھلا سکتا پس یقیناً سمجھو کہ وہ خدا مر گیا ہے اور سری نگر محلہ خانیار میں اسکی قبر ہے رہے آریہ سماج والے سو انکی روحوں کا تو کوئی خدا ہی نہیں وہ خود بخود قدیم سے چلی آتی اور انادی ہیں - منہ

٭ مسلمانوں کو خاص کر اہل حدیث کو توحید کا تو بڑا دعویٰ تھا مگر افسوس انپر بھی یہ مثل صادق آئی کہ مچھر چھانتا اور اونٹ نگلنا کیا ایسے لوگوں کو ہم موحد کہہ سکتے ہیں کہ ایک طرف تو حضرت عیسیٰ کو خداتعالیٰ کی طرح وحدہ لاشریک سمجھتے ہیں وہی ہے جو مع جسم عنصری زمین پر آئیگا اور اوسی نے پرندے پیدا کئے - ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کافروں نے قسمیں کھا کر بار بار سوال کیا کہ آپ مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ کے دکھلا دیجئے ہم ابھی ایمان لائیں گے اون کو جواب دیا گیا کہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا - یعنی اونکو کہدے کہ میرا خدا عہد شکنی سے پاک ہے اور بموجب اوس کے قول کے مع جسم عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا کیونکہ یہ امر خدا کے وعدے کے برخلاف ہے - وجہ یہ کہ وہ فرماتا ہے کہ فیہا تحیون وفیہا تموتون ولکم فی الارض مستقر - پس کیا ہم سمجھیں کہ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر پہونچانیکے وقت خداتعالے کو اپنا یہ وعدہ یاد نہ رہا یا عیسیٰ بشر نہیں تھا اگر عیسیٰ مع جسم عنصری آسمان پر گیا ہے تو قرآن کے بیان کے رو سے لازم آتا ہے کہ عیسیٰ بشر نہیں تھا - پھر دوسری طرف ان مدعیان اسلام نے دجّال کے بھی وہ صفات بیان کئے ہیں جن سے اسکا خدا ہونا لازم آتا ہے یہ توحید اور یہ دعویٰ افسوس -

...اپ کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی۔ مگر خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آپکا نام سراج منیر رکھا ہے جو دوسروں کو روشن کرتا ہے اور اپنی روشنی کا اثر ڈالکر دوسروں کو اپنی مانند بنا دیتا ہے۔ اور اگر نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں فیض روحانی نہیں تو پھر دنیا میں آپکا مبعوث ہونا ہی عبث ہوا۔ اور دوسری طرف خدا تعالیٰ بھی دھوکا دینے والا ٹھہرا جس نے دعا تو یہ سکھلائی کہ تم تمام نبیوں کے کمالات طلب کرو مگر دل میں ہرگز یہ ارادہ نہیں تھا کہ یہ کمالات دیئے جائیں گے۔ بلکہ یہ ارادہ تھا کہ ہمیشہ کے لئے اندھا رکھا جائے گا۔

لیکن اے مسلمانو ہوشیار ہو جاؤ کہ ایسا خیال سراسر جہالت اور نادانی ہے اگر اسلام ایسا ہی مردہ مذہب ہے تو کس قوم کو تم اسکی طرف دعوت کر سکتے ہو کیا اس مذہب کی لاش جاپان لیجاؤ گے یا یورپ کے سامنے پیش کرو گے اور ایسا کون بے وقوف ہے جو ایسے مردہ مذہب پر فریفتہ ہو جائیگا جو بمقابلہ گذشتہ مذہبوں کے ہر ایک برکت اور روحانیت سے بے نصیب ہے گذشتہ مذہبوں میں عورتوں کو بھی الہام ہوا جیسا کہ موسیٰ کی ماں اور مریم کو مگر تم مرد ہو کر ان عورتوں کے برابر بھی نہیں۔ بلکہ اے نادانو!!! اور آنکھوں کے اندھو!!! ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سید و مولیٰ (اس پر ہزار ہزار سلام) اپنے افاضہ کی رو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں کیونکہ گذشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آکر ختم ہو گیا اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مردے ہیں کوئی ان میں زندگی نہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیضان قیامت تک جاری ہے۔ اسی لئے باوجود آپ کے اس فیضان کے اس امت کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی مسیح باہر سے آوے بلکہ آپکے سایہ میں پرورش پانا ایک ادنیٰ انسان کو مسیح بنا سکتا ہے جیسا کہ اس نے اس عاجز کو بنایا۔

اب پھر ہم اپنے اصل کلام کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ اسلام نے جو طریق نجات کا پیش کیا ہے۔ اسکی فلاسفی یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں قدیم سے ایک طرف تو ایک زہر رکھا گیا ہے جو گناہوں کی طرف رغبت دیتا ہے اور دوسری طرف قدیم سے انسانی فطرت میں اس زہر کا تریاق رکھا گیا ہے جو خدا تعالیٰ کی محبت ہے۔ جب سے انسان بنا ہے یہ دونوں قوتیں اسکے ساتھ چلی آتی ہیں۔ زہرناک قوت انسان کے لئے عذاب کا سامان طیار کرتی ہے اور تریاقی قوت جو محبت الٰہی کی قوت ہے۔ وہ گناہ کو یوں جلا دیتی ہے جیسے کہ خس و خاشاک کو آگ جلا دیتی ہے۔ یہ ہرگز نہیں کہ گناہ کی قوت جو عذاب کا سامان تھی وہ تو قدیم سے انسان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے لیکن گناہوں سے نجات پانیکے لئے جو سامان ہے وہ کچھ تھوڑی مدت سے پیدا ہوا ہے یعنی صرف اسوقت سے جبکہ یسوع مسیح نے صلیب پائی۔ ایسا اعتقاد وہی قبول کریگا جو اپنے دماغ میں ایک ذرہ عقل سلیم نہیں رکھتا بلکہ یہ دونوں سامان قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا انسانی فطرت کو دیئے گئے ہیں۔ یہ نہیں کہ گناہ کے سامان تو پہلے سے خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت میں رکھ دیئے مگر نجات دینے کی دوا...

دہلی میں کسر صلیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخویم ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والا نامہ اخویم حکیم الامۃ مع جناب جس کے نیچے آپ نے بھی تحریر فرمایا تھا مع جناب دوسرے پوسٹ کارڈ کے صادر ہوا۔ قبل اس کے کہ میں حالات مباحثہ ہر دو بدھ عرض کروں اپنا عذر دربارہ تاخیر جواب پیش کروں۔ اور وہ یہ ہے کہ میں بدھ گذشتہ کو جلسہ سے فارغ ہو کر میرٹھ میں ہمراہ اخویم ذوالفقار علیخان صاحب چلا گیا تھا اور وہاں دوسرے بدھ کو یعنی بروز جلسہ مباحثہ واپس دہلی آیا اس لیے کوئی خط مفصل حالات کی بابت نہیں لکھ سکا پس معافی چاہتا ہوں کہ اس عدم موجودگی کے باعث آپ کو انتظار شدید کی تکلیف گوارا کرنی پڑی۔ آمدم برسر مطلب پہلے بدھ کو حسب ... احمد مسیح نے میری دلیل کا یہ جواب دیا کہ مسیح نے دعا تو بیشک پیالہ کے ٹلنے کے واسطے مانگی مگر وہ پیالہ موت کا پیالہ نہ تھا بلکہ وہ تکالیف اور جانکنی وغیرہ بوجہ خوف بتقاضاء بشریت مسیح پر قبل اس صلیبی موت کے ہو رہی تھی اس کے ٹلنے کے واسطے دعا تھی اور وہ دعا اس کی قبول ہو گئی کہ اسکو تحمل اور برداشت کی قوت مل گئی۔ صلیبی موت سے اسنے انکار نہیں کیا اور بڑے استقلال سے اس پر جان دی۔

میرا جواب۔ چونکہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ مسیح صلیبی لعنتی موت سے بچایا گیا اور اس کی دلیل میری جانب سے یہ پیش ہوئی کہ اس نے اس پیالہ کے ٹلنے کے واسطے نہایت زاری اور بیقراری سے منہ کے بل گر گر کر تمام رات بھر دعائیں مانگیں اور وہ دعا بموجب انجیل قبول ہو گئی اور اسوقت جو وعدہ الٰہی اسکے سامنے ہوا تھا جسکو کالکتا ہے نے بیان کیا ہے کہ یعنی

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ الآیہ۔

اور انجیل نے ان لفظوں سے اقرار کیا ہے کہ ایک فرشتہ اسکو دکھلائی دیا جو اسکو تقویت دیتا تھا۔ اور زبور میں پیشگوئی بھی حسب اقرار نصاریٰ یہ موجود ہے کہ "تونے میری سن کے بچا لیا ہے میں اپنے بھائیوں میں تیرا نام بیان کروں گا اور مجمع میں تیرا ثناخواں ہوں گا" زبور ۲۲ تو اس سے نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ مسیح صلیبی موت سے ضرور بچایا گیا۔ مگر احمد مسیح کو صلیبی موت کا ہی نشہ چڑھا ہوا ہے اور اس دلیل کو توڑ نہیں سکے بلکہ ایسی رکیک اور نادر ہوا تاویل یا تحریف کرتے ہیں جو بالکل متکلم کے منشا اور عقل سلیم کے خلاف ہے آپ کو دعا مانگنے کا اور اس کے قبول ہونے کا...

تو اقرار ہے مگر نفس دعا میں انکار ہے کہ وہ کیا دعا تھی آپ کی عقل نے یہ تجویز کیا ہے کہ وہ پیالہ موت کا نہ تھا بلکہ موت سے پہلے جو مصائب تکالیف اور تشدد از دست یہود وغیرہ اسکو پہنچ رہی تھیں یا پہونچنے والی تھیں ان کے برداشت کرنے کے واسطے دعا مانگی تھی اور چونکہ اسکو قوت برداشت وتحمل دیئے جانے کی مل گئی اسلئے وہ دعا قبول ہو گئی اس بیان احمد مسیح سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ جو دعا اس نے مانگی تھی وہی قبول ہو گئی۔ اب اگر میں یہ ثابت کر دوں کہ وہ پیالہ لعنتی موت کا پیالہ تھا جس کے ٹلنے کے واسطے دعا مانگی تھی تو احمد مسیح کو لامحالہ اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ قبول ہو گئی کیونکہ قبولیت دعا سے انکو انکار نہیں ہے اور نہ دعا مانگنے سے انکار ہے اور نہ پیالہ ٹلنے کی دعا سے انکار ہے۔ صرف تعیین پیالہ میں لیت و لعل ہے۔ اب میں اس کے ثابت کر کے دکھلانے کی کوشش کرتا ہوں کہ وہ پیالہ لعنتی صلیبی موت کا پیالہ تھا نہ کہ جیسا احمد مسیح کہتا ہے کہ دکھ درد مصیبت جانکنی وغیرہ کا پیالہ۔ انجیل متی کی تفسیر مصنفہ پادری آر کلارک اور پادری عماد الدین مطبوعہ ۱۸۷۵ء کے صفحہ ۲۴ پر اس پیالہ کو موت کا پیالہ لکھا ہے۔ چنانچہ عبارت یہ ہے۔ "اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جاوے" یعنی یہ کام جس کے پورا کرنے کو میں آیا ہوں اگر کسی دوسرے طور سے ہو سکے تو مجھ سے گذر جاوے یعنی ایسی سخت موت کا پیالہ۔ انتہیٰ بلفظہ بقدر الحاجۃ۔

اب احمد مسیح بتلائیں کہ آپنے جو پیالہ معین فرمایا وہ صحیح ہے یا پادری کلارک اور پادری عماد الدین نے جو معین کیا ہے یعنی موت کا پیالہ وہ درست ہے۔

دوسری دلیل کہ یہ پیالہ لعنتی صلیبی موت کا پیالہ تھا یہ ہے انجیل مرقس ۱۴/۳۵ کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے انتہیٰ بقدر ضرورۃ۔

کیا اس گھڑی سے مراد صلیبی موت کی گھڑی نہیں ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ آج یہ گھڑی ٹال دے پھر کسی دوسرے موقعہ پر اس گھڑی کو لے آنا۔ ضرور ماننا پڑے گا کہ گھڑی سے مراد سوائے صلیبی موت کے پیش آنے والی گھڑی کے اور کوئی مراد نہیں ہو سکتی۔

تیسری دلیل کہ یہ پیالہ لعنتی موت کا پیالہ تھا۔ عبرانیوں ۵/۷ میں لکھا ہے کہ مسیح نے اس سے دعائیں مانگیں جو اسکو موت سے بچانے پر قادر تھا۔ یہ جملہ خوب شاہد ہے اس امر کا کہ بیشک صلیبی موت سے بچنے کے واسطے اس قادر توانا سے دعا مانگی تھی جو اسکو صلیبی موت سے بچا سکتا تھا۔ ورنہ اس قدرت قادر کا دعا کی قبولیت کے بارہ میں ذکر بیجا ہے اگر محض مصیبتوں کی برداشت کے لیے...

بقول حافظ صاحب دعا تھی تو یہ کہنا مناسب تھا کہ اس خدا سے دعا مانگی جو اسکو مصیبتوں کی برداشت کی قوت عطا کرنے پر قادر تھا۔ یا جو توفیق صبر عطا فرما سکتا تھا نہ یہ کہ جو مسیح کو موت سے چھڑانے پر قادر تھا۔ اس جملہ نے تعیین کر دیا کہ وہ موت سے بچنے کے واسطے دعا کرتا تھا اس خدا سے جو اسکو موت سے بچانے پر قادر تھا۔ اسلئے احمد مسیح کو خصوصاً اور سامعین کو عموماً غور کرنا چاہیئے کہ کیسا صاف اقرار موجود ہے کہ جو اسکو (یعنی مسیح کو) موت سے صلیب کی لعنت سے چھڑانے پر قادر تھا اس سے مسیح نے اس موت سے بچنے کے لئے لعنتی پیالہ موت کے ٹلنے کے واسطے دعا مانگی تھی۔ اس کے بعد احمد مسیح نے دوسرے طور پر تحریف کر کے پیالہ سے مراد یہ بیان کی کہ چونکہ اصل مسیح چونکہ باپ کے ساتھ عہد کر آیا تھا کہ میں تمام جہان کے گناہ اٹھاؤں گا اور رب کی لعنت اپنے اوپر لیکر کفارہ جہان والوں کا ہو جاؤں گا اسلئے وہ ڈرتا تھا کہ کہیں خوف اور دہشت صلیب کی پاگل ہونے کی سخت گرانباری سے میری جان صلیب پر چڑھنے سے پہلے ہی نہ نکل جاوے اور غرض میرے آنے کی جو کفارہ گناہوں کا ہے وہ پوری نہ ہو۔ اسلئے دعا مانگی کہ اے باپ اس جانکنی اور خوف و دہشت سے مجھے بچا اور یہ دہشت کا غلبہ اور گناہوں کا بوجھ میری جان پر پڑا ہے اسکو ٹال دے ایسا نہ ہو کہ صلیب کی لعنت سے جو میرا اصلی فرض ہے میں بچکر صلیب پر چڑھنے سے پہلے ہی مر جاؤں اور کفارہ برباد ہو جاوے پس خدا نے اسکو تمام تکلیفوں سے بذریعہ استقلال بچا کر صلیب پر موت دی یہی تو دعا تھی۔ یہ تقریر احمد مسیح کی سنکر جسقدر سامعین کی طرف سے قہقہہ لگا وہ دیکھنے کے قابل تھا جس سے احمد مسیح ندامت کے مارے غرق غرق ہو گیا اس کے جواب میں نیاز مند نے اول یہ نظم پڑھی جو اس کے واسطے مناسب تھی

ابھی سے تار آہوں کا ابھی سے شغل نالوں کا
تماشا دیکھتے جاؤ ذرا تم اس کی چالوں کا
یہ مانا تم بڑے واعظ ہو اور جادو بیانی ہو
جواب آساں نہیں حافظ مرے سوالوں کا
ترے اس وعظ گوئی کی یہ ادنیٰ بات ہے واعظ
کہ ہر ہر بات پر اک قہقہہ ہے دلی والوں کا
کسی کے کہنے سننے پر یہ اترانا نہیں اچھا
ذرا سوچو بگڑتا کیا ہے کہنے سننے والوں کا

+ چند دیندار مسلمان احمد مسیح کو ڈھارس بندھا کر اس بات پر آمادہ کرتے ہیں کہ حضرت اقدس علیہ السلام کے خلاف کتاب لکھے اور لوگوں کو عاجز (قاسم علی) کے برخلاف بھڑکا کر کچھ کامیابی حاصل کرے مگر خدا تعالیٰ کی شان احمد مسیح تمام زور لگا چکا ہے ایک چال...

...اور بچا سکتے ہیں کہ آسمانی انوار ہی دنیا کے دل پر فریفتہ ہیں اگرچہ تعداد بادی ... ہی لیا جائے ... چاہیے ... کے سلسلہ میں داخل ہو جو امامکم منکم اور نقد برکات پیش کرتا ہے آئندہ اختیار ہے۔ الراقم مرزا غلام احمد قادیانی

مصیبت جسقدر آئی تمھاری جان پر آئی
نہ بگڑا کہنے والوں کا نہ بگڑا سننے والوںکا
یہ عیسائی تو کوسوں بھاگتے ہیں نفس مطلب سے
بہت مشکل ہے صاحب رام کرنا ان نفر الوںکا

اور پھر یہ جواب دیا ۔ کہ اس تقریر کے باطل ہونے پر یہی تقریر دلیل بطلان ہے کیونکہ پیالہ جس کے ٹلنے کے واسطے مسیح نے دعا کی وہ ایک چیز ہے ممکن نہیں کہ جو آپ شتاب جان چھڑانے کے واسطے یاد آجاوے وہی پیالہ کی مراد اور مطلب سمجھ لیجاوے جبکہ میری مندرجہ بالا دلائل کو جو پیالہ کی تعیین میں مینے کلارک صاحب اور عماد الدین اور مرقس و عبرانیوں سے بیان کی ہیں احمد مسیح نہ توڑ سکے نہ اُس کے ساتھ کسی طریق سے معارضہ پیش کیا۔ اور یہی نہیں بلکہ اپنی پہلی بات کو چھوڑ کر ایک دوسری بات ایجاد بندہ بیان کر دی تو معلوم ہو گیا کہ میرا دعویٰ یعنی پیالہ سے مراد صلیبی موت کا پیالہ تھا ثابت رہا اور ان کی تقریر بالکل لغو ورنہ احمد مسیح اقرار کریں کہ وہ دس پانچ پیالے تھے جنکے ٹلنے کے لیے درخواست تھی اُنہی سے ایک یہ پیالہ تھا جو مینے تعریف نمبر ۲ میں بیان کیا۔ مگر وہ ہرگز نہیں کر سکتے اور نہ میرے تعیین کو اُٹھا سکتے ہیں۔ یہ عجیب لغز گوئی ہے کہ پہلے اُس پیالہ کو جان کنی اور مصائب کا پیالہ قرار دیا جب اسکی تردید انہیں کی کتب سے ہو گئی اور ساتھ ہی یہ ثابت کر دیا گیا کہ وہ پیالہ صلیبی موت کا پیالہ تھا تو پھر آپ نے بجائے اسکے کہ میری دلائل کو توڑ کر دکھلاتے اور اپنے دعویٰ کو کہ وہ پیالہ مصائب اور جانکنی کا پیالہ تھا براہین معقول و منقول ثابت کرتے آپ نے دم بخود ہو کر اپنا پہلا دعویٰ تو چھوڑ دیا جو صریح اسبات کی دلیل ہے کہ میری پیش کردہ دلائل سے وہ باطل ہو گیا تھا مگر حق کے قبول کی توفیق نہ پا کر بغیر جواب میری دلائل کے اور ایک دعویٰ کر دیا کہ وہ پیالہ در اصل خوف اور دہشت سے مر جانے کا تھا یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ بغیر صلیب پر چڑھائے جانے اور صلیبی لعنتی موت پانے کے میں پہلے ہی مر جاؤں ۔ جیسا کہ پہلا دعویٰ غلط تھا ایسا ہی بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ دعویٰ غلط ہے ۔ اس کی ضرورت نہ تھی کہ میں اسپر تقریر کرتا کیونکہ سامعین کا قہقہہ اور مخلص صاحب کا اُسپر نادم اور پشیمان ہونا اور پہلے دعوے کو چھوڑ دینا ہی اسکے باطل ہونے کے واسطے کافی تھا مگر تاہم میں تا بخانہ پہونچانے کو بھی طیار ہوں ۔ سُنیئے آپ کا یہ دعویٰ اسلیے بھی غلط ہے کہ اول تو وہی پچھلی دلیلیں جو مینے اوپر ذکر کی ہیں جس کی تردید کر نہیں سکے وہ اسپر یقین ہیں

ہے کہ وہ صلیبی موت کا پیالہ تھا پھر یہ دعویٰ آپ نے کہاں سے کر مارا اسکا ثبوت عقلی یا نقلی آپ کے پاس کیا ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ پیالہ سے مراد وہ غلبۂ دہشت تھا جو صلیبی موت سے پہلے مارے ڈالتا تھا ۔ کیا کسی آپکے مفسر نے لکھا ہے یا کسی اور فرقہ عیسائی نے یہ مانا ہوا ہے آخر اس کے منوانے کے لیے کوئی دلیل بھی ہے یا نہیں افسوس ہے کہ ہر بات احمد مسیح کی محض دفع الوقتی کے طور پر ہوتی ہے اور نتیجہ اُسکا صفر ۔ دیکھو آپ کے برادر اکبر اور پولوس کے برادر اصغر اکبر مسیح نے رسالہ ضربت عیسوی کے صفحہ ۱۲۰ پر اس دعا کا یعنی جواب دیتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ "مسیح نے موت کی سختی سے اور جسمانی عذاب کی تلخی سے دعا کی تھی" اب فرمائیے کہاں آپکا بیان کہ صلیبی موت سے پہلے ہی جان نہ نکل جاوے مارے خوف کے یہ دعا تھی اور کہاں اکبر مسیح کا کہنا جس کے بھروسہ پر آپ بول رہے ہیں کہ "موت کی سختی اور جسمانی عذاب کی تلخی سے امان مانگی تھی" مسٹر پارٹن صاحب فیصلہ کریں اس امر کا کہ پادری کلارک اور عماد الدین تو اسکو موت کا پیالہ قرار دیتے ہیں ۔ اکبر مسیح "جسمانی عذاب سے اور موت کی سختی سے بچنے کے واسطے دعا تھی" بیان کرتا ہے احمد مسیح کہتا ہے کہ "مسیح کو بوجہ سخت شدت بارگناہوں کی جان کنی تھی اسلیے وہ ڈرتا تھا کہ کہیں اس خوف سے ہی جان نہ نکل جاوے اور صلیب پر معراج پانا نصیب ہی نہ ہو اسلیے دعا کی تھی کہ معراج صلیبی نصیب ہووے پہلے ہی خوف معراج سے دم نہ نکل جاوے" ان میں کس کا بیان سچا انجیل و عقل و واقعات کے مطابق ہے اور کون ان میں جھوٹھا ہے ۔ مگر پارٹن صاحب کو آپ جانتے ہیں کہ کس دل و دماغ کے مشنری ہیں کہ سوائے گھنٹی بجانے کے اور کچھ جانتے ہی نہیں۔ وہ چپ رہے ۔ احمد مسیح نے پھر اس لغو تقریر کو چھوڑ کر ایک تیسری بات پیش کی جو ان ہر دو سے بڑھ چڑھ کر تھی وہ یہ کہ مسیح نے پیالہ ٹالنے کی ہی دعا نہیں کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ اے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ ٹل جاوے تاہم میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو ۔ یعنی جو تیری مرضی ہے وہ میری مرضی ہے وہی پوری ہونی چاہیے۔ پس باپ کی مرضی یہی تھی کہ وہ جہان کے واسطے کفارہ ہو کر صلیب پر لعنت اُٹھا کر جان دے باپ نے اسکو اطلاع دیدی کہ میری یہی مرضی ہے اسلیے مسیح صلیب پر خوشی سے لٹک کر مر گیا اور باپ کی مرضی کا معلوم ہو جانا اور اس کی مرضی کے موافق بیٹے کا مرنا ہی قبولیت دعا تھی کہ صلیب سے بچایا جانا ۔ اسکے جواب میں

مندرجہ ذیل نظم مینے پڑھی ۔ غزل

اے منکر و خدا کے غضب سے ڈرو ذرا
دل میں تمھارے کچھ بھی جو خوف اِلٰہ ہے
انکار ہے جی باتوں سے اللہ کی پناہ
اپنے عمل سے آپ کے سودینا واہ ہے
سچے نبی کو لعنتی مصلوب تم کہو
بتلاؤ اس سے بڑھ کے بھی کوئی گناہ ہے
حق نے بچا لیا اُسے قتل صلیب سے
دی موت اُسکو داخل جنت وہ شاہ ہے
انکار سے تمھارے بگڑتا ہے میرا کیا
میری طرف خدا کی کرم کی نگاہ ہے
گر آرزو ہے دل میں کہ اصلاح عام ہو
کچھ کر دکھائیے کہ یہ وقت رفاہ ہے
جو کچھ کیا ہے مینے وہ مجھ سے نہ پوچھیے
میرے کیے کا سارا یہ مجمع گواہ ہے
تم سے نہ کچھ بنے تو پکارو مسیح کو
وقت مدد ہے آج یہ ہنگامہ گاہ ہے
اب تو نبی نہیں ہیں وہ ہیں آپ ہی خدا
حق کی ہر ایک بات پہ یاں واہ واہ ہے

بعد اس کے مینے یہ جواب دیا کہ مسیح نے باپ کی مرضی دریافت کرنے کے واسطے اگر دعا مانگی تو یہ بالکل انجیل کے اور تمھارے مسلمات کے خلاف ہے، کیونکہ بیٹا ازل سے ہی خودکشی کا بیڑا اُٹھائے ہوئے تھا اور اسکو بموجب انجیل یہ معلوم تھا کہ میں دشمنوں کے حوالہ کیا جاؤں گا وہ مجکو قتل کرینگے اور میں پھر تیسرے دن جی اُٹھوں گا باوجود اس امر کے معلوم ہونے کے پھر مرضی کا معلوم کرنا چہ معنی دارد +

دوئم مارٹن کلارک اور عماد الدین انجیل متی کی آیت ۳۹ باب ۲۶ کی تفسیر میں صفحہ ۱۲۴ پر لکھتے ہیں "وہ مرنے کو آیا تھا اور اُس نے اپنے باپ سے عہد باندھا تھا" (بقدر حاجۃ) پھر آج مرضی معلوم کرنے بیٹھا تھا یہ بالکل خلاف انجیل اور مسلمات عیسائیوں کے ہے ۔ اُسکو تو بقول آپکے پہلے ہی سے باپ کی مرضی معلوم تھی کہ ایسا ظالم باپ بغیر مارے نہیں چھوڑے گا ۔

سوئم یہ دعا اُسکو یوں مانگنی چاہیے تھی کہ اے باپ مجھے تیری مرضی معلوم نہیں کہ صلیب کی موت میرے واسطے مقدر ہے یا کیا پس مجھے اپنی مرضی سے اطلاع بخش ۔ نہ یہ کہ اے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے، اور یہ گھڑی ٹلجاوے ۔

چہارم یہ دعویٰ بھی آپ کا مارٹن کلارک و عماد الدین اور اکبر مسیح کے خلاف ہے پس یا تم جھوٹھے یا وہ سب جھوٹھے ۔ اسکے بعد جلسہ برخاست ہوا اور آئندہ بدھ کو جواب دینے کا وعدہ کیا جسکو ذیل میں درج کرتا ہوں +

یہ جلسہ پانچواں جلسہ ہے جو ۲۸ مارچ ۱۹۰۶ء کو بروز بدھ ۵ بجے شام کے بکرسٹھ ہال میں ہوا۔ اس روز جو ہجوم لوگوں کا تھا وہ قابل دید ہی تھا آریہ مسلمان ہندو و مولوی عبد المجید مولوی محمد حسین کوٹلے والے طلبار مدرسہ طبیہ و دیگر مدارس عربی و اہلکاران ضلع و طلبار انگریزی سکول اور عوام و خواص مگر تعلیم یافتہ گروہ وغیرہ کا مجمع کثیر یہاں تک تھا کہ کوئی جگہ نہ بیٹھنے کے واسطے نہ کھڑے ہونے کی ہال میں باقی رہی تھی ناچار لوگ سڑک پر جمع ہو کر کھڑے ہو گئے تھے۔

اب احمد مسیح نے پہلے یہ تقریر بیان کی ۔ کہ صاحبو پانچ ہفتہ سے یہ مباحثہ درمیان میرے اور سید صاحب کے جاری ہے مینے یہ دعویٰ کیا تھا کہ مسیح مصلوب ہوا اور صلیب پر ہی مر گیا اور اُسکا صلیب پر مرنا عیسائی مذہب کا بنیادی پتھر ہے تمام عمارت مذہب عیسائی کی اسی پر کھڑی ہے اگر یہ بنیاد اس کی ایسی کمزور ہوتی تو یہ عمارت آجتک نہ قائم رہتی ۔ صحیح ہے کہ اگر مسیح کا صلیب سے زندہ اُترنا ثابت ہو جاوے تو مسیحی مذہب کا مرجانا بلا دلیل و بحث ثابت ہو جاوے گا ۔ اسلیے جسقدر ثبوت مسیح کے صلیب پر مر جانے کے ہیں اسقدر ثبوت کسی دوسرے مذہب میں کسی اصول کی بابت موجود نہیں ہیں سب سے بڑا ثبوت صلیبی موت کا یہودیوں کی جو دشمنان مسیح سے تھے گواہی ہے دوسری گواہی پیلاطوس گورنر کی ہے تیسری گواہی صلیب دینے والوں کی ہے چوتھی گواہی آج تک کے دیندار عیسائیوں کی ہے پانچویں گواہی مسلمانوں کی ہے کہ تمام مسلمان بھی آج تک مانتے آئے ہیں کہ ایک شخص شبیہ عیسیٰ صلیب پر چڑھایا گیا اور وہ صلیب پر مارا گیا مسیح کو خدا نے آسمان پر اُٹھا لیا ۔ چونکہ قاسم علی صاحب صلیب پر مسیح کو ہی چڑھایا جانا مانتے ہیں اس لیے انپر یہ حجت ہے کہ جو صلیب پر چڑھا تھا وہ مارا گیا تھا مسلمان اُسکو شبیہ کہیں یا کچھ مگر اُسکے مارے جانیکے اقراری ہیں اور آپ اُس کو شبیہ نہیں کہتے اصل مسیح کو ہی صلیب پر چڑھائے جانیکے اقراری ہیں اس لیے اُسکا مرنا ضرور ثابت ہو گیا لہذا یہ پانچویں گواہی بھی ایک زبردست دلیل موت صلیبی کے واسطے ہو گئی ۔

لعنت سے بچانیکے واسطے موت صلیبی سے انکار کیا جاتا ہے مگر انکار موت سے لعنت سے مسیح نہیں بچایا جا سکتا کیونکہ توریت میں لکھا ہے کہ جو کاٹھ پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے اور مسیح کا صلیب پر لٹکایا جانا جبکہ مسلم ہے تو بموجب اس آیۃ کے وہ لعنتی تو

ہوگیا اب موت کے بچنے کے دلائل ڈھونڈنا لاحاصل ہے۔ اگر وہ زندہ بھی اُتر آوے تو نب بھی لعنتی تو ہو ہی چکا۔

... وہ زندہ تھا مگر سبکو وہ مردہ نظر آیا تو آپ فقضیہ زندگی کا ثبوت خدا نے کچھ نہیں بتلایا مردہ ہی دکھلایا مردہ ہی لوگوں نے معلوم کرلیا مردہ ہی سب مانتے چلے آتے ہیں۔ آج تیرہ سو برس ... میں اور دو ہزار برس بعد مسیح سے مرزا صاحب کو خلاف توریت خلاف انجیل خلاف یہودیوں کے خلاف مسلمانوں کے خلاف قرآن شریف کے الہام ہوا کہ وہ مردہ سا تھا کالمقتول تھا اس بیان و الہام مرزا صاحب کو نہ عیسائی قبول کرسکتے ہیں نہ یہودی نہ مسلمان۔ سید صاحب نے جو مسیح کے دعا مانگنے کو دلیل حیات مسیح قرار دیا ہے بالکل صحیح نہیں ہے کیونکہ ہر ایک دعا کا قبول ہونا انبیاء کے واسطے لازمی نہیں ہے بہت سی دعائیں آنحضرت صلعم کی بھی قبول نہیں ہوئیں تو مسیح کی صداقت میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔

اس دعا کے قبول ہونیکا بھی بیان کسی انجیل میں نہیں ہے بلکہ عبرانیوں ۵ باب ۷ میں صرف یہ لکھا ہے کہ وہ دعا اُس کی سُنی گئی۔ جس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ جب ہم کوئی دعا کرتے ہیں خدا فوراً سُن لیتا ہے جب ہم کلام کرتے ہیں خدا اُسی وقت اُسکو سُن لیتا ہے۔ پس ادھر مسیح نے دعا مانگی اُدھر خدا نے سُن لی یہ نہیں کہ قبول کرلی۔ سُن لینا اور قبول کرلینا برابر نہیں ہے۔ انتہی کلامہ

میرا جواب

اول مینے مندرجہ ذیل نظم پڑھی۔ وہ یہ ہے

پھر آج حافظ کو لایا مقدر
تنزل کا، سکے چڑھا سر پہ چکر
بہت سوچ کرتے تھے آٹھ دنیں
گرے منہ کے بل آتے ہی کھا کے ٹھوکر
گئے دن جو اوروں کو للکارتے تھے
مرے سامنے کانپتے اب ہیں تھرتھر
طبیعت بھی کچھ ان کی گھبرا گئی ہے
مزاجوں میں بھی آگیا ہے تکدر
بھگاؤں گا یوں آج احمد مسیح کو
اُڑا کر ہوا جیسے لے جائے چھپر
وہ دل مضمحل جسکو سینہ میں اپنے
لیے بیٹھے ہیں یہ بزرگ معمر
ہلا ڈالی ہے مینے بنیاد اُس کی
عجب کشمکش میں ہیں مجبور مضطر
اب ان کی خزاں کے وہ دن آگئے ہیں
جو اس باغ کے ہنستے تھے مقرر
تم احمد مسیح اپنی ہمت نہ ہارو
ذرا دل کو مضبوط رکھو برادر
جو تم کو حمیت ذرا چھو گئی ہے
اگر تم پہ چلتا ہے غیرت کا منتر
تو اپنی بریت کی کچھ راہ سوچو
اب اکبر مسیح کو بلاؤ یہاں پر
اُسے سامنے کر کے لو قدر طاقت
لگاؤ بہت زور پھر دونوں ملکر
مگر جان لو یہ نہ کچھ کرسکو گے
نہ موت صلیبی کا اُٹھے گا چھپر
وہ پتھر کہ تھی جس پہ بنیاد مذہب
اُسے توڑ پھینکا ہے احمد نے باہر
سنبھل جاؤ مذہب کی چھت اب گرگئی
نہ دبکر نکل جائے سب کا کچومر

بعد ازیں یہ تقریر شروع کی۔ آج کا جلسہ احمد مسیح نے میری دلیل دعا مسیح کے جواب دینے کے لیے مقرر کیا تھا بوجہ گذشتہ کے جلسہ میں چونکہ بار بار مذبذبین کی طرح اوٹ پٹانگ دعوی کرتے رہے جنکا جواب معقول ہونے کی وجہ سے اُنکو تسلیم کرنا پڑا یعنی ایک دعوی کو چھوڑ کر دوسرے کو لیا اسکی تردید کردی تو تیسرے کو لیا اُسکی تردید بھی ہو چکی تھی اس واسطہ بقیہ جواب کا وعدہ کیا تھا جس سے مجھے ایک گونہ خوشی تھی کہ ہفتہ بھر تک یہ نہایت کوشش اور جانکاہی سے ضرور کوئی حقانی بات بیان کرینگے اور سامعین کی سمع خراشی اور تضیع اوقات سے باز رہینگے مگر افسوس کہ کوہو کے بیل کیطرح اسی چکر میں باوجود ملنے مہلت کافی کے پڑے رہے آج آپنے پھر ایک دو سے گنتی شروع کردی جسکو میں پچھلے دو جلسوں میں بڑی وضاحت سے باطل کرچکا تھا۔ چونکہ دلیلیں پرانی ہیں مگر اُنپر قلعی کرکے پیش کیے جانے سے حافظ احمد مسیح نئی جان بیٹھی ہیں اس لیے میں بھی اس ملمع کی قلعی کھول دیتا ہوں۔ ذرا متوجہ ہو کر سامعین سنیں۔

آپ کی پہلی دلیل صلیبی موت کی یہ ہے کہ اس پر عیسائی مذہب کی عمارت کھڑی ہے اگر یہ کمزور ہوتی تو عمارت کبھی کی گرجاتی۔ اس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ بودا ہوتا تو اتنی مدت تک کبھی نہ ٹھہرتا اس قدر زمانہ دراز تک اس کا قائم رہنا اسکی صداقت کی ایک دلیل ہے۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یہ کوئی کلیہ قاعدہ ہے کہ کسی غلطی کا مدت تک قائم رہنا اُسکے صداقت کی دلیل ہوجاتی ہے تو اول آپ کو مسیح کی صداقت سے دست بردار ہونا چاہیے کیونکہ عیسائیوں سے بھی پہلے تمام یہود بنی اسرائیل مسیح کو اپنا بادشاہ داؤدی تخت پر جلوہ فرمانے والا انکو مالا مال کرنے والا غلامی سے چھڑانے والا سلطنت والا ... مانتے تھے اور اس عقیدہ کو وہ موسیٰ علیہ السلام سے لے کر آجتک برابر اسی طرح مانتے چلے آتے ہیں اسکا ثبوت ۹ تفسیر انجیل متی مصنفہ کلارک و عماد الدین صفحہ ۱۵ باب ۲ آیت ۱ میں ہے وہ یہودیوں کو اپنے بادشاہ کی سخت انتظاری تھی اور غیر قوموں میں بھی اس کا چرچا اور اشتیاق تھا کہ کوئی بادشاہ دنیا میں آنیوالا ہے۔ انتہی فقط۔

رسالہ ترقی اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء جلد ۳ نمبر ۱ صفحہ ۵۰ میں لکھا ہے کہ لوگوں کو مسیح کی مسیحائی کا ایک ہی تصور تھا کہ وہ قیصر روم وغیرہ سے تاج و تخت چھین لے اور بادشاہ بن بیٹھے اسپر مسیح نے اُنکو بتایا کہ تم میری نسبت سخت غلط فہمی میں مبتلا ہو تم روٹیوں کے بادشاہ کی تلاش کرتے ہو تاکہ وہ تم کو بیکاری کے ساتھ مال کی فراوانی عطا کرے روٹیوں کے انبار اور دودھ کی نہریں تمہارے لیے جاری کرے اور تم بے مشقت زندگی کا مزہ لوٹو پر میں وہ بادشاہ نہیں ہوں جو برکت میں عطا کرتا ہوں وہ ہمیشہ کی زندگی کی روٹی ہے۔ اسپر اُسکے شاگردوں میں سے بہت سے پھر گئے اور اسکے بعد اُسکے ساتھ نہ رہے۔ انتہی ملخصاً بقدر الحاجۃ

اب فرمایئے مسیح کی صداقت کا بنیادی پتھر یہود کے اعتقاد کی بموجب اُسکی حکومت و سلطنت ظاہری ہے جبکہ وہ حاصل نہیں ہوئی تو صداقت بزعم یہود باطل ہوگئی۔ کیا بقول آپ کے یہ قاعدہ یہاں جاری نہیں ہوسکتا کہ اگر مسیح صادق ہوتا تو ضرور حاکم ہوتا کیونکہ تمام یہود کے خیال میں اُسکی صداقت کا بنیادی پتھر اُس کی ظاہری سلطنت تھی اور اگر یہ خیال ایسا بودا ہوتا تو تمام یہود اس قدر عرصہ تک جسکو تین ہزار سال سے زیادہ گذر گیا ہے اپنے عقیدہ کی بنیاد ایسے کمزور پتھر پر کیوں رکھتے اگر یہ بنیاد یہودیوں کی ایسی کمزور ہوتی تو آجتک کبھی قائم نہ رہتی۔

دوم۔ آریہ صاحبان کو لو جو اپنا مذہب سارے جہان سے پہلے کا مانتے ہیں اور روح و مادہ و پرمیشر تینوں کو خدا مانتے چلے آتے ہیں اور تناسخ پر ہی اُن کے مذہب کی بنیاد ہے اگر یہ بنیاد ایسی کمزور ہوتی تو آج تک یہ عمارت ہرگز قائم نہ رہتی۔

سوم مسلمانوں کو دیکھو وہ مسیح کو ایک بشر رسول نبی اللہ مانتے ہیں اگر یہ بنیاد اُن کے عقیدہ کی ایسی کمزور ہوتی تو ابتک ہرگز قائم نہ رہتی۔ علی ہذا القیاس بیسیوں مثالیں پیش ہوسکتی ہیں۔ اپنا کلیہ آپ جاری کرکے اول دم نقد مسیح کو جھوٹا مان لیجیے ورنہ جو جواب آپ ان امور کا دینگے وہی آپ اس اپنی بھونڈی کلیہ کا سمجھ لیجیے۔

چہارم یہود زمانہ دراز سے آجتک یہی مانتے ہیں کہ مسیح سے پہلے الیاس آسمان سے آکر اُسکے لیے راستہ درست کریگا اور ایسا ہی ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا ہے۔ مگر مسیح نے آکر یہ فیصلہ کردیا کہ الیاس جو آنے والا تھا وہ تو آچکا اور وہ یحییٰ بن زکریا ہے۔ کیا یہ تسلی بخش کلام یہود کے لیے موجب تسلی ہوسکتا تھا ہرگز نہیں۔ آپکے قاعدہ مقررہ اور دلیل کو یہاں چسپاں کرنے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ یعنی اگر یہ عقیدہ یہود کا جو ملاکی نبی سے بعبارۃ النص ظاہر تھا جسپر مسیح کی صداقت و تسلیم کی بنیاد تھی اگر ایسا ہی کمزور ہوتا تو یہود کے مذہب کی تمام عمارت گرجاتی اور ابتک قائم نہ رہتی۔ کیونکہ مسیح کے سچا ماننے کا بنیادی پتھر الیاس کا آسمان سے آنا تھا اگر یہ بنیاد کمزور ہوتی تو آجتک کیوں قائم رہتی۔ افسوس کہ آپنے ایسا کلیہ قائم کردیا جس سے عیسائی مذہب بیخ و بن سے اکھڑ جاتا ہے۔ سوچو غور کرو۔ آپکا یہ فرمانا کہ جیسے جیسے ثبوت مسیح کی صلیبی موت کے موجود ہیں ایسے ثبوت کسی مذہب میں کسی اصول کے واسطے موجود نہیں ہیں۔ محض ایک کلام ہے جو عوام کالانعام کی طرح آپکی زبان سے سرزد ہوگیا ہے ورنہ بیان تو کرو کہ وہ کون سے ثبوت صلیبی موت کے نادر اور لاثانی آپکے پاس ہیں سوائے یہود کی گواہی اور عیسائیوں کی گواہی اور پلاطوس اور صوبہ دار وغیرہ کی گواہی جو بالکل غلط اور بے سود محض دعوی ہی دعوی ہے جس کا ابھی میں ایسا جواب سناؤں گا کہ آپ پھر اس گواہی اور ان شاہدوں کا نام لینا بھی بھول جاوینگے۔ اور کسی مذہب کا تو میں مدعی نہیں البتہ قرآن اور اسلام کا میں دعویدار ہوں اسلام کے اصول مثلاً توحید۔ رسالت۔ قیامت۔ ملائکہ۔ بعث بعد الموت وغیرہ ہیں ان کا ثبوت جس قدر اور جس جس طریق سے آسمانی کامل کتاب قرآن مجید نے دیا ہے جو میں دعویٰ نہ ہر ایک مذہب کے مقابلہ میں ایسا پیش کرسکتا ہوں کہ جس سے زائد اور بڑھ کر دنیا کی کوئی کتاب یا کوئی مذہب نہیں بیان کرسکتا آپ اسطریق سے بلا حصہ ہی مسیح کی الوہیت۔ ابنیت۔ رسالت۔ صداقت کفارہ۔ صلیبی موت کا انجیل سے اگر بیان کریں تو آپکی راست بازی اور انجیل کا خوشہ چیں الہام آسمانی ہونے کا ثبوت مل سکتا ہے۔

ورنہ محض زبانی لاف و گزاف اور چیر میں صاحب کے خوش کرنے کو یہ یاوہ گوئی ہے۔ اے حافظ احمد مسیح کیوں ایسی باتیں زبان سے نکالتے ہو جنکو تم کر نہیں سکتے۔ اب آپ اپنے گواہوں اور انکی گواہی کی حقیقت سُن لیجیے۔

اگر یہ واقعہ قتل صلیب ان شہادتوں سے تسلیم کیا جانا لازمی ہے تو سُنیے۔ کیونکہ یہودیوں کی اول تو کوئی گواہی انجیل میں درج نہیں ہے کہ انھوں نے مسیح کو صلیب سے مردہ اُترا ہوا پایا تھا نہ یہودی صلیب سے اُن کو اُتارے جانے تک صلیب کے پاس موجود رہے نہ کسی نے چشم دید گواہی دی کہ وہ مر گیا یا نہیں اور گواہی چشم دید جسکو عینی شہادت کہتے ہیں نہ یہودیوں کی ہے نہ عیسائیوں کی ہے نہ پلاطوس کی ہے نہ مسلمانوں کی ہے جنکو آپنے اپنے زعم میں پیش کیا ہے از روئے منابطہ فوجداری و قانون شہادت مندرجہ مروجہ عدالت ہائے سرکاری کوئی جج اس شہادۃ کو خاصکر قتل جیسے مقدمہ میں سماعی سمجھکر ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ ورنہ آپ اُن کا بیان چشم دید جو عین الیقین کی حد کا ہو انجیل سے دکھلائیے

دوم۔ از روئے قانون شہادت دشمن کی گواہی جس میں دشمن کی اغراض وابستہ ہوں اور جسپر گواہی دیجاتی ہے اُسکی تخریب اور ذلت منظور ہو باوجود اقرار دشمنی کے ہرگز قبول نہیں ہوگی اسکی نظیر میں آپ مارٹین والا مقدمہ دیکھیے جو اُس نے قتل کا حضرت اقدس مسیح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گورداسپور میں دائر کر دیا تھا اور مسٹر ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر نے اُسکو خارج کر کے مسیح موعود کو بری کر دیا تھا اور یہ مقدمہ مسیح ناصری کے مقدمہ صلیب کے ہمشکل تھا اُسمیں [illegible] کا ہنوں نے گواہی [illegible] کے عدالت میں [illegible] بغاوت وغیرہ کے دھمکی سنا کر حکم مصلوب [illegible] حاصل کر لیا تھا حالانکہ پلاطوس دربردہ مسیح کو بچانے کا ساعی تھا اور بظاہر بھی اُس نے متعدد دفعہ اسکی چھوڑنے کے واسطے بار بار کی مگر فریسی اور فقیہ جھگڑتے ہوئے نہ مانتے تھے تو اُس نے ایسے طریق سے مسیح کو صلیب پر لٹکوا دیا کہ جان سے مارا جاوے اور یہودیوں سے مخلصی ملے۔ چونکہ وہ بوجہ کمزوری سلطنت کے اپنی بزدلی سے [illegible] مسیح کو نہ چھوڑ سکا دربردہ اسکو بچایا (جیسا کہ [illegible] دلائل میں مفصل بحث کر کے ثابت کرونگا سردست مجھے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ دشمن کی گواہی [illegible] دشمنی کے عقلاً و قانوناً قابل پذیرائی نہیں [illegible] مگر مسٹر ڈگلس صاحب جیسے بیدار مغز حاکم نے علانیہ فریسی اور فقیہوں اپنے زمانہ کے شکایات کے [illegible] مسیح محمدی کو بری کیا اور صاف بچا لیا [illegible] چونکہ ایک کمزور سلطنت [illegible] پلاطوس [illegible]

اس لیے اُسکو صلیب کی تکلیف جسمانی تھوڑی دیر تک ضرور اُٹھانی پڑی مگر وہ نبی ہونے سے خدا نے اسکو بچا لیا۔ اور مسیح محمدی چونکہ تمام انسانی مخلوقات موجودہ [illegible] سے بڑی بات مقرر کیا تھا خدا نے اسکو صلیب کی جسمانی تکلیف سے بھی بچا لیا جسقدر اُن کے [illegible] فرائض منصبی میں اُسی قدر [illegible] فرق خدا نے قدرتی کر دیا ہے اسکی حیثیت [illegible] کے لحاظ سے اسکی جان تو صلیب سے کسی قدر دکھ اٹھا کر بچائی گئی۔ مسیح محمدی کی [illegible] بغیر دکھ اٹھائے جانیکے بچائی گئی بوجہ عزت [illegible] غرض اس مقدمہ قتل میں مولوی محمد حسین بٹالوی برخلاف مسیح محمدی علیہ السلام ڈگلس صاحب بہادر کی عدالت میں شہادۃ دینے کو آیا ہنوز شہادۃ ختم نہ ہوئی تھی کہ صاحب موصوف نے اُس کی شہادۃ [illegible] کر دی کہ اس گواہ کو ملزم سے سخت عداوت ہے اسلیے یہ شہادۃ قابل سماعت اور پذیرائی نہیں ہے جو [illegible] دیکھنا چاہیے وہ کتاب البریۃ جس میں اس مقدمہ کی تمام و کمال نقل چھاپی گئی ہے [illegible] لیکر دیکھ سکتا ہے پس یہودیوں کی شہادت بوجہ عداوت و بغض کے کوئی قبول نہیں کرسکتا [illegible] عینی شہادۃ ہے۔ اور نہ حلفیہ بیان ہے۔

سوم دوسری گواہی پلاطوس گورنر کی ہے۔ اس کو گواہی قرار دینا اکبر مسیح جیسے روشن دماغ اور احمد مسیح جیسے واعظ انجیل کا ہی کام ہے۔ اشتباہ موت کو اقرار موت سمجھنا اور اُسپر بنیاد مذہب قائم کرنا اپنی تمام بنیاد کو مشتبہ کرنا ہے۔ اول میں حاضرین کی روبرو وہ گواہی گورنر صاحب کی پیش کرتا ہوں اہل انجیل سے پھر حافظ صاحب سے دریافت کروں گا کہ وہ کونسا لفظ ہے جس سے صلیبی موت پر گورنری گواہی گذر گئی۔ انجیل مرقس باب ۱۵ آیت ۴۳ سے دیکھو۔ یوسف نے جو مسیح کا شاگرد تھا جا کر پلاطوس سے یسوع کی لاش مانگی۔ اور پلاطوس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ ایسے جلد مر گیا۔ اور صوبہ دار کو بلا کر اُس سے پوچھا کیا [illegible] کہ وہ مر گیا۔ اور جب صوبہ دار سے ایسا معلوم کیا تھا تو لاش یوسف کو دلا دی۔ انتہی [illegible] انجیل مطبوعہ سنہ ۱۹۰۲ء

[illegible] آپنے گورنری گواہی کر دی۔ اس [illegible] صلیبی موت کی ڈگری احمد مسیح کو مل سکتی ہے اب احمد مسیح صاحب فرما دیں کہ پلاطوس نے خود تعجب کیا [illegible] کیا کہ برخلاف واقعات مسیح ایسے جلدی مر گیا۔ کیا وہ اس موت پر شبہ اور تعجب کرتا ہے یا گواہی دیتا ہے کہ بیشک و شبہ وہ ضرور مر گیا حضرت [illegible] یہ گواہی مرنیکی نہیں ہے بلکہ از روئے قانون [illegible] شہادۃ [illegible] اور جسکو گواہی

کیونکہ پلاطوس کو خوب معلوم تھا کہ ایسی جلدی کوئی صلیب پر نہیں مرا کرتا اور نہ دونوں چور جو اُسکے ساتھ صلیب دیے گئے تھے صلیب پر مر چکے تھے جبھی تو انکی ٹانگیں توڑی گئیں۔ مگر مسیح کی ٹانگیں نہیں توڑیں۔ حالانکہ یہودیوں نے پلاطوس سے جا کر یہ درخواست کی تھی کہ سبت کے باعث لاشیں اُتار کر انکی ٹانگیں توڑی جائیں۔ یہ ٹانگوں کے نہ توڑنے کا بیان میں پھر کرونگا یہاں غرض صرف گورنری گواہی کی تردید سے ہے اور یہ گواہی بھی عینی شہادۃ نہیں نہ تصدیق موت کی گواہی ہے

چہارم آپنے تیسری گواہی پہرہ والوں کی پیش کی ہے یہ بھی من مانی بات ہے انجیل میں پہرہ والوں کی کوئی گواہی موت کی نسبت درج نہیں ہے بلکہ یہ گواہی اُسکی زندگی کے بارہ میں ہے۔ یوحنا ۱۹ / ۳۳ لیکن جب انھوں نے یسوع کی طرف آکے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اُسکی ٹانگیں نہ توڑیں۔ پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اُسکی پسلی چھیدی اور فی الفور اُس سے لہو اور پانی نکلا۔ اب غور کرو کیا مردہ کے جسم سے خون بھی نکلا کرتا ہے خون کا نکلنا اُس کی زندگی کی دلیل ہے۔ اس دلیل کو بھی میں آگے چلکر بیان کرونگا کہ مردہ سے خون کا نکلنا قطعاً ناممکن ہے بلکہ زندہ جسم سے خون نکلا کرتا ہے اسجگہ صرف اس گواہی کا بیان منظور ہے۔ یہ گواہی از روئے قانون شہادۃ دو طرح سے قابل پذیرائی نہیں ہے۔ اوّل تو اس لیے کہ وہ سپاہی نہ حکیم نہ ڈاکٹر محض پولیس کے تلنگے تھے وہ سکتہ اور غشی اور موت کی حالتوں میں کچھ تمیز نہیں کر سکتے تھے۔ کوئی جج کسی پھانسی یافتہ کی بابت کبھی پہرہ والوں کی گواہی پر اطمینان نہیں کرتا جبتک سول سرجن کا سرٹیفکیٹ بعد ملاحظہ نعش ہمراہ وارنٹ کے نہ ہو۔ آجکل جیلخانوں میں بھی لوگ پھانسی دیے جاتے ہیں پھانسی دینے کے وقت ایک مجسٹریٹ درجہ اول اور ایک سول سرجن موجود ہوتا ہے پولیس کی گارد صرف حفاظت کے واسطے لگائی جاتی ہے جب جسم پھانسی سے اُتارا جاتا ہے تو سول سرجن اُسکا ملاحظہ کر کے سرٹیفکیٹ لکھتا ہے کہ میں نے بخوبی امتحان کر لیا ہے پھانسی یافتہ شخص واقعی مر گیا ہے اور وہ سرٹیفکیٹ ڈاکٹری اصل وارنٹ مجرم کے ساتھ شامل ہو کر اُس عدالت میں بعد تعمیل حکم واپس جاتا ہے حاکم عدالت پوری توجہ سے اُس سرٹیفکیٹ ڈاکٹر کو ملاحظہ کر کے بعد اطمینان کامل پھر شکر و تعمیل ظاہر کرتا ہے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ پولیس جنوں یا [illegible] کی شہادۃ پر یہ یقین کر لیا جاوے کہ پھانسی یافتہ واقعی پھانسی سے مر گیا ہے۔ یہ معمولی مقدمات قتل کے ملزموں کے لیے قواعد ہیں اور مسیح کا معاملہ تو ایسا بڑھ چڑھ کر تھا کہ تمام انسانی تحقیقات مذاہب وقت ختم ہونے کے بعد یہ امر قرار پاتا کہ مسیح مر گیا ہے مگر یہ نہیں ہوا۔ نہ دشمنوں نے آکر اُس کے جسم کی حالت دیکھی نہ کسی ڈاکٹر نے ملاحظہ

کیا نہ گورنر نے خود ملاحظہ کیا۔ محض ایک صوبہ دار جو ملازم پولیس تھا اُس کے خیال پر جو دراصل صحیح نہیں کیونکر ایسی اہم موت کا یقین کر لیا جاوے جسکا [illegible] ایک مذہب لعنت اور کذب مصلوب کا اور دوسرا مذہب ملعونیت اور کفارہ کا دعویدار۔ ایسی موت جسپر کسی مذہب کی تمام عمارت طیار ہو سکتی ہے ہر قسم کے دلائل اور شہادۃ سے ثابت ہونا ناممکن اور سراسر تخیل اور توہم ہے لہذا یہ شہادۃ نامنظور۔ دوسری وجہ اس گواہی کی از روئے قانون عقل و شہادۃ مقبول نہ ہونے کی یہ ہے کہ صوبہ دار اور اُسکے ہمراہی جنکی تعداد صرف معہ صوبہ دار چار کس ہے۔ مسیح کے ہم عقیدہ اور اسکو راست باز اور ابن اللہ یقین کر چکے تھے اور یہ یقین اُنھوں نے نشان آسمانی کے ذریعہ حاصل کیا تھا۔ پھر باوجود ایسے دلی اطمینان اور ایمان کے وہ کیونکر یہ ظاہر کرتے کہ مسیح زندہ ہے اور ان کی گواہی کوئی جج بوجہ موافقت مسیح کے کبھی قبول نہیں کرتا اسمیں رعایت اور پاس دلداری کا پورا احتمال ہے۔ اب میں یہ بتلاتا ہوں کہ وہ مسیح کو راست باز اور ابن اللہ مان گئے تھے۔ اس کے بعد انکی گواہی قابل پذیرائی نہیں ہو سکتی۔

انجیل متی باب ۲۷ / ۵۴ پس صوبہ دار اور جو اُسکے ساتھ یسوع کی نگہبانی کرتے تھے زلزلہ اور تمام ماجرا دیکھ کر بہت ہی ڈرے اور بولے کہ بیشک یہ خدا کا بیٹا تھا۔" انجیل مرقس ۱۵ / ۳۹ اور اس صوبہ دار نے جو اس کے سامنے کھڑا تھا اُسے یوں چلا کے اور دم چھوڑتے دیکھکر کہا کہ یہ شخص سچ مچ خدا کا بیٹا تھا۔"

کیا کوئی عقلمند جج صوبہ دار اور نگہبانوں کی گواہی جو اُسکو خدا کا بیٹا مان چکے ہیں بوجہ دلی تعلق اور زبانی اقرار ابنیت کے تسلیم کر سکتا ہے کہ وہ اُسکے مار ڈالنے کی آیندہ سعی کرتے وہ ہرگز ظاہر نہیں کر سکتے تھے کہ زخم سے لہو اخفا سے وہ خدا کے بیٹے کو مارنے والے ٹھہرتے اور جن نشانات آسمانی سے اُنکو یہ یقین حاصل ہوا تھا اب اگر وہ ٹانگیں توڑتے یا بھالے سے اُسکی زندگی کا خاتمہ کرنا چاہتے تو ضرور وہ سمجھتے تھے کہ خدا نازل ہو کر کہیں اُنکو نہ ہلاک کر ڈالے۔ وہ پہلے ہی سے سخت خوفناک ہو گئے تھے اسلیے ہی تو اُنھوں نے پسلی چھید کر اپنی اطمینان کر لی کہ یہ زندہ ہے مرا نہیں اُس کے مر جانے کو وہ خلاف مرضی خدا خلاف منشا پلاطوس خلاف اپنے خفیہ اعتقاد کے سمجھتے تھے جیسا کہ اپنے موقعہ پر بخوبی بیان کروں گا۔ لہذا یہ شہادۃ بوجہ خوش اعتقادی کے منظور نہیں ہو سکتی اور نہ یہ گواہی ہے۔

پنجم چوتھی گواہی دیندار عیسائیوں کی ہے جو آج کل سب یہی گواہی دیتے آئے ہیں کہ مسیح مر گیا صلیب

اس کا نام گواہی رکھنا احمد مسیح جیسے فاضل اور اکبر مسیح جیسے عالم عیسائی کا ہی کام ہے۔ غالباً آپ کو دعوے اور دلیل کا فرق معلوم نہیں۔ عین دعویٰ کو ہی دلیل یا گواہی بمنزلہ دلیل قرار دینا علم مناظرہ میں مصادرہ علی المطلوب کہلاتا ہے۔ پادری احمد مسیح کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ عیسائیوں کا تو یہ دعویٰ ہے کہ مسیح مصلوب ہو گیا اسکو گواہی ٹھہرا کر دلیل میں پیش کرنا اپنی علمی پردہ دری کرانی ہے۔ اسکو آپ یوں سمجھ سکتے ہیں کہ آجتک کے دیندار عیسائیوں میں سے ایک آپ بھی تو گواہ ہیں اور ایک مسٹر بارٹن صاحب بھی اور مسٹر اکبر مسیح بھی اب ذرا بتلا تو سہی کہ ان تینوں میں سے جو حاضر عدالت گواہ ہیں مدعی کون ہے کہ مسیح مصلوب ہو گیا تھا لامحالہ آپکو یہ کہنا پڑے گا کہ تینوں ہی مدعی ہیں کہ مسیح مصلوب ہو گیا تھا اور تینوں ہی گواہ ہیں کہ مر گیا تھا کیا یہ گواہی مدعیان آپکے دعوے کی مثبت ہو سکتی ہے؟ میں آپکے ہی کانشنس سے اپیل کرتا ہوں کہ خدا کے لیے آپ فرمائیں تو سہی کہ یہ عین دعویٰ ہے۔ دلیل میں آپنے نہیں پیش کر دیا۔ ایسے بیانوں سے آپکو شرم کرنی چاہیے۔ حضرت آپکا وجود نا مسعود تو اس واقعہ سے دو ہزار برس بعد دنیا میں ظاہر ہوا ہے پھر گواہی آپ نے کیونکر دیدی یا عالم ارواح میں ہی آپنے واقعہ صلیب کو دیکھا تھا۔ سنو اور خوب غور سے سنو۔ مسیح کے حواری جو واقعہ صلیب کے دنوں میں موجود تھے آپکے خداوند کی گرفتاری کے وقت ہی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صلیب سے اُترنے کے بعد قبر میں سے نکلنے تک نہ کوئی حواری خداوند کے پاس بروے انجیل پھٹکتا نظر آیا اور نہ کسی نے آپ کو مرتے دیکھا نہ کسی نے گواہی دی کہ وہ مر گیا اور تم نے دیکھا جبکہ موجودہ گواہوں کا یہ حال تھا اور ان کی گواہی مرنے کی بابت کوئی نہیں بلکہ جینے کی بابت تو اُنھوں نے گواہی دی کہ وہ مرا نہیں تھا جیسا کہ میں ابھی دکھلا چکا ہوں پھر دیندار عیسائی کونسے ہیں جنکی گواہی کچھ وزن یا وقعت رکھتی ہے۔ دیکھو رسالہ ترقی نمبر ۱۰ جلد ۳ بابت اکتوبر ۱۸۹۸ء کے صفحہ ۵۸ کالم اول میں جو لکھا ہے "کہ مسیح کے حواری اُسکے مرنے اور جی اُٹھنے کو ایک تمثیلی مضمون سمجھتے تھے وہ اُس کی باتوں کو سُنتے اور آپس میں بحث کرتے تھے۔ پر اُن کے مطلب کو ناممکن سمجھتے تھے وہ خیال کرتے تھے کہ وہ اس معاملہ میں بھی تمثیلی طرز پر کلام کر رہا ہے جیسا کہ دیگر معاملات پر کیا کرتا ہے۔ اور اُسکا مطلب صرف یہ ہے کہ اُسکی موجودہ پست حالی تباہ ہو جائے گی اور اُسکا کام ایسے جلال اور فتحمندی کے ساتھ نئی صورت اختیار کرے گا کہ گویا مردوں میں سے جی اُٹھا ہے"! پس جبکہ اصحاب

باصفا اور حواریان باوفا ہی اُسکے مرنے کو حقیقی مرنا اور جینے کو حقیقی مر کر جی اُٹھنا نہیں سمجھتے تھے بلکہ پست حالی سے عروج و اقبال کا زمانہ حاصل ہونا مانتے تھے تو آپ فرمائیے مرنے کی گواہی دینے والے کون سے دیندار عیسائی تھے دیندار اکابر کی گواہی تو اُس کے جینے کی بابت ہے جو میں بیان کر چکا آپ کسی اور کے اکابران مسیح سے گواہی مرنے کی پیش کریں۔ ورنہ یہ شہادۃ نہ تو شہادت ہے بلکہ نرا دعویٰ ہے جو خود محتاج دلیل ہے اور نہ قانوناً باپ کے حق میں بیٹوں کی اور بھائی کے حق میں بھائیوں کی گواہی قابل سند ہے۔

ششم آپنے پانچویں گواہی مسلمانوں کی پیش کی ہے کہ مسلمان مانتے ہیں جو صلیب پر لٹکایا گیا تھا وہ مر گیا تھا مگر وہ ہم شکل مسیح تھا مسیح نہ تھا اور غیر مسیح کو ہی صلیب پر چڑھانا مانتے ہیں اسلیے ضرور ماننا پڑے گا کہ وہ مر گیا کیونکہ صلیب دیا گیا تھا اُس کا مرنا مسلمانوں کو مسلم ہے اور سید صاحب کو مسیح کا ہی صلیب دیا جانا مسلم ہے پس اُسکا مرنا بھی ثابت ہو گیا۔ مشبہ و غیر مشبہ سے ہمیں غرض نہیں اصل مدعا مرگ صلیبی ہے جو ثابت ہو گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شہادۃ بھی شہادت نہیں نہ تو از روے اسلام نہ قرآن نہ بروے قانون شہادۃ یہ صحیح ہے۔ از روے قرآن و اسلام اسواسطے یہ گواہی نہیں ہو سکتی کہ زمانہ اسلام سے چھ سو برس پیشتر کا یہ واقعہ ہے اُسوقت مسلمانوں میں سے کوئی موجود نہ تھا بعد چھ سو برس کے قرآن شریف نے آنکر اسکا راز طشت از بام کیا کہ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی مسیح نہ قتل کیا گیا کہ جس سے جھوٹا نبی ٹھہرایا جاوے اور نہ مصلوب ہوا جس سے وہ لعنتی قرار پاوے۔ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ یقیناً اُسکو قتل نہیں کیا ظنی طور پر اُسکو مقتول مانتے ہیں وہ ملعون اور کاذب نہیں ہو سکتا طن سے بلکہ وہ مرفوع ہوا اُسکا رفع الی اللہ ہو گیا۔ وَشُبِّهَ لَهُمْ سے واقعہ صلیب کا انکار نہیں کیا قتل کی نفی کر دی ہے۔ اور صاف بتا دیا کہ وہ مشتبہ کیا گیا اُن کے لیے۔ اب شُبِّهَ میں جو ضمیر واحد مذکر غائب مستتر ہے اُسکا مرجع ماقبل آیت یا تمام قرآن شریف میں کہاں مذکور ہے۔ دکھاؤ نہ لفظاً نہ معناً بغیر مسیح کوئی اُس کا مرجع نہیں ہو سکتا پس صاف ثابت ہے کہ مسیح صلیب پر تو چڑھایا گیا مگر اُسکا نتیجہ یعنی قتل بالصلیب نہیں واقعہ ہوا۔ اگر کسی اور کا صلیب پر چڑھایا جانا مانا جاوے تو بہت بڑی خرابی لازم آتی ہے قانون الٰہی اور بہت آیات قرآن مجید کی تکذیب کرنی پڑے گی جو محل بحث کا نہیں ہے۔

صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ مسلمانوں کی یہ گواہی آپ کو مفید نہیں ہوتی کیونکہ گواہ پر ہماری جرح ہو چکی ہے دیکھو رسالہ شمس بازغہ مؤلفہ امام المناظرین مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی مدظلہ اور دیگر رسائل سلسلہ اور اُن جرحوں سے یہ شہادت مجروح ہو گئی ہے اسلیے یہ قانون اسلام کے بھی خلاف ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث موجود ہے جسمیں یہ فرمایا ہو کہ کوئی شکل غیر ان کے مسیح کی بجائے صلیب پر چڑھائی گئی تھی وہ مصلوب ہو گئی تھی۔ یعنی صلیب پر مر گیا تھا پس جب ایسا نہیں تو پھر کس قاعدہ سے یہ گواہی مفید ہو سکتی ہے۔ چونکہ یہ گواہی خود ہی متنازعہ فیہ ہے اور ہمارے مسلمات سے نہیں ہے تو ہم پر کیونکر حجت ہو گی۔ اسلیے یہ شہادۃ صحیح نہیں ہے اور بروے قانون شہادۃ کے بھی قابل پذیرائی نہیں کیونکہ عینی شہادۃ نہیں فقط گواہ ان کے وجود سے صدہا سال پیشتر کا ہے اور گواہ صدہا سال بعد کے پیدا شدہ پیش کیے جاتے ہیں کونسا جج ایسی گواہی پر فیصلہ مقدمہ کر سکتا ہے۔ فافہم۔

ہفتم آپنے فرمایا کہ مسیح کو لعنت سے بچانے کے لیے موت سے انکار کیا جاتا ہے مگر اس انکار سے وہ بروے توریت لعنتی ہونے سے بچ نہیں سکتا کیونکہ جو کاٹھ پر لٹکایا جاتا ہے وہ لعنتی ہے پس مسیح جبکہ صلیب پر لٹک چکا تو لعنتی ہو گیا۔ موت کا انکار غیر مفید ہے اسکا جواب سنیے توریت میں یہ ہرگز نہیں لکھا کہ جو کاٹھ پر لٹکایا جاوے۔ مارنے کے واسطے نہیں بلکہ محض ملعون بنانے کے واسطے تو صرف لٹکائے جانے سے ہی وہ لعنتی ہو جاوے گا۔ ورنہ کوئی مثال اور نظیر کسی کتاب موافق یا مخالف سے تاریخ ہو یا مذہبی آپ ایسی پیش کریں کہ کبھی آجتک اہل کتاب نے کسی زندہ انسان کو دو چار دس منٹ یا گھنٹہ دو گھنٹہ کے واسطے صلیب پر یا درخت پر لٹکا کر پھر زندہ اتار لیا ہو اور وہ زندہ پھر اپنے گھر واپس آ گیا ہو اور پھر ملعون یا لعنتی کا خطاب ہمیشہ پاتا رہا ہو۔ کوئی آیت توریت یا انجیل سے آپ ایسی دکھلا دیں جسکا مطلب ہو کہ لعنتی بنانے کے واسطے کسی مجرم کو تھوڑی دیر کاٹھ پر لٹکا کر زندہ چھوڑ دینا کافی ہو گا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ نہ ایسی کوئی آیت آپ پیش کر سکتے ہیں جو زندہ کو ملعون قرار دے اور نہ کسی زمانہ کا آجتک یہ عملدرآمد دکھا سکتے ہیں کہ ملعون بنانے کی یہ ترکیب جاری ہوئی ہو پس جبکہ ایسا نہیں تو پھر یہ دھوکا کیوں دیا جاتا ہے۔ توریت میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ کاٹھ پر مرنا باعث لعنت ہے نہ محض لٹکنا۔ دیکھو استثنا باب ۲۱ آیت ۲۳ "کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے"۔ کیا اس آیت سے یہ ثابت

ہوتا ہے کہ جو کاٹھ پر لٹکایا جاوے اور زندہ اتار کر چھوڑ دیا جاوے وہ ملعون ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ جو پھانسی دیا جاوے وہ خدا کا ملعون ہے۔ پھانسی دیا گیا مصلوب کا ترجمہ ہے جس کے معنے غلط فہمی سے عموماً مسیح بار بار صلیب پر چڑھانا ہی کر رہے ہیں۔ پس مَا صَلَبُوْهُ کے یہ معنی نہیں کہ وہ صلیب پر ہی نہیں لٹکایا گیا بلکہ یہ معنی ہیں وہ مصلوب نہیں ہوا یعنی پھانسی نہیں دیا گیا۔ نہ کہ پھانسی پر لٹکایا ہی نہیں گیا۔ جبکہ توریت سے ظاہر ہو گیا پھانسی پر مرنا باعث لعنت ہے تو پھر ثبات حیات مسیح ضرور اسکو ملعون ہونے سے بچاوے گی اور اگر محض صلیب کو چھو جانا یا تھوڑی سی دیر اُسپر لٹک رہنا ہی ملعون ہونے کے لیے کافی ہے تو آپ مرگ صلیب پر کیوں زور دیتے ہیں اور اسکو عیسائی مذہب کی بنیاد کیوں کہتے ہیں تمھاری غرض تو بغیر موت بھی جو مسیح کا ملعون کرنا ہے حاصل ہو گئی کیونکہ بقول آپکے یہ لعنت مسیح کی اپنے اعمال کا نتیجہ تو تھی نہیں تمھارے اعمال کا باعث تھا سو اُسپر وارد ہو گئی اب بیچارہ کے جان لینے سے بجز اس کے اور کیا فائدہ ہے کہ یہودیوں کو مردود و اور اگر بار لعنت اُٹھانے سے جو صلیب کی بدولت اُسپر پڑ چکا آپکا کفارہ نہیں ہو سکتا جبتک کہ مسیح صلیب پر جان نہ دے تو پھر تک ملعون بھی نہیں ہو سکتا محض صلیب پر چڑھنے سے اور زندہ اتر آنے سے [illegible] نہ حسب توریت مسیح ملعون ہوتا ہے اور نہ آپ کا کفارہ قائم رہ سکتا ہے اسلیے یہ دعویٰ ہی سرے سے باطل ہے کہ صلیب پر لٹکنے سے خواہ وہ زندہ ہی صلیب سے اتر آوے مسیح ملعون ہو چکا۔

ہشتم آپنے کہا ہے کہ اگر وہ اول وہ زندہ تھا تو اس خفیہ زندگی کا ثبوت و اظہار خدا نے دو ہزار برس بعد مسیح کے مرزا صاحب کو ہی بتلایا۔ باقی سب لوگوں کو یعنی عیسائیوں یہودیوں وغیرہ کو مردہ ہی دکھلایا مردہ ہی لوگوں نے معلوم کیا۔ تو عیسائیوں اور مسلمانوں یہودیوں وغیرہ کے خلاف ایک الہام کا مقبول کون قبول کر سکتا ہے۔

اسکا جواب سنیے۔ اس خفیہ زندگی کا ثبوت خدا نے اُسی وقت سے ظاہر کر دیا تھا اور آج تو بالکل اُسپر سے پردہ ہی اُٹھا دیا۔ بجائے خفیہ کے ثبوت لا کر دکھلا دیا کہ زندہ ہے مگر خفیہ زندگی۔ تو حضرت یوسف رامتیا نے خوشبوؤں سے مل ملا کر معلوم کر لیا خفیہ زندگی ہے تب ہی تو باقاعدہ دفن نہیں کیا نہ غسل دیا نہ تجہیز و تکفین حسب دستور عمل میں آئی تھی صرف کوٹھڑی کے دروازہ پر پتھر ڈھلکا دیا معلوم تھا کہ خفیہ زندگی جیسی تو ہے اکو پتہ بھی نہیں تو تب وہ اور پتھر ہٹا کر اندھیرے ہی اندھیرے طلوع آفتاب سے پہلے کوٹھڑی سے جو قبر کہلاتی ہے باغبان کے لباس میں نکلنا پڑا کیونکہ خفیہ زندگی تھی چہرہ اس پوشیدگی کی ضرورت کیا تھی

کیا اب بھی یہودی مسیح کو مار سکتے تھے جبکہ جلالی زندگی اور ابدی حیات حاصل کرچکا تھا اور جسم بھی وہ پالیا تھا کہ جو تلوار سے کاٹا جاوے نہ پانی میں غرق ہو نہ صلیب پر چڑھایا جاسکے اور جس جسم کے ساتھ باپ کی دائیں کرسی نشین ہونا تھا؟ یہ جسم ڈرنے اور خفیہ رہنے کیواسطے نہیں تھا اور مسیح کو یہ بھی یقین ہوگا کہ انسان ایک ہی موت مرتا ہے دوبارہ موت سے محفوظ ہے پھر کیا مصیبت اور خوف دامنگیر تھا جو باوجود اس یقین کے کہ اب دوبارہ تو میں مرنے کا نہیں دشمنوں سے چھپتا پھرا۔ بھیس بدلے پاپیادہ ۷۰ کوس تک خفیہ سفر کیا۔ یروشلم میں اپنے حواریوں سے نہ ملا بلکہ دور پہنچکر گلیل میں ملاقات کی ٹھہرائی۔ دشمنوں میں سے کسی کو کبھی اپنی جلالی زندگی اور دوبارہ جی اٹھنے کا ثبوت نہ دیا۔ بیچارے دلی خیرخواہ پلاطوس کو بھی جلوہ جلالی نہ دکھلایا۔ عزیب صوبہ دار کو کبھی شرف جلالی بخشا والدہ محترمہ کو بھی حیات ابدی کی صورت دکھلا کر تسلی نہ دلائی۔ فقیہوں اور فریسیوں کے بد اور حرامکار لوگوں سے بھی ایفاء وعدہ نہ کیا جسے نشان یونس والا دکھلانے کا وعدہ اور اقرار کیا تھا؟ آخر کچھ تو کہو کہ یہ باتیں کیوں ہوئیں اور کیوں ایسی پوشیدہ زندگی بسر کی جن سے ملنا ضروری تھا ان سے چھپتے پھرے۔ ان سب باتوں کا یہی راز تھا کہ وہ خفیہ زندگی تھی۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ خدا نے اس خفیہ زندگی کا ثبوت کچھ نہیں دیا۔ [illegible] اس خفیہ زندگی کا [illegible] اقتلوہ یقیناً کہ کر خفیہ زندگی کا ثبوت [illegible] خفیہ زندگی قرآن [illegible] اور توریت کے کن آیت کے معارض [illegible] حواریوں نے خفیہ زندگی کا سارا بھانڈا ہی پھوڑ دیا اور پردہ فاش کر دیا [illegible] اور پسلی میں خود مسیح نے ہڈی اور گوشت کا جسم بتلا کر شبہ کا چھتہ اور مچھلی روٹی کھا کر خفیہ [illegible] زندگی ثابت کر دکھایا۔ [illegible] جسم کا ہی قصہ فیصلہ کر دیا [illegible] حافظ صاحب [illegible] کو جس جسم سے مسیح زندہ ہوا وہ وہ ماسوائے اس جسم کے تھا جو صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور پھر اتار کر قبر میں رکھا گیا تھا جس کے لوازمات ہی چلنا پھرنا اپنی بچاؤ دعائیں مانگنا سونا کھانا پینا تکلیف اور غم محسوس کرنا وغیرہ ہے یا وہی جسم تھا؟ اگر وہی جسم تھا تو ماننا پڑے گا کہ وہ مرا نہیں تھا پھر مرے گا کیونکہ مر کر فانی جسم سے زندہ ہونا بالکل غلط اور مسلمات فریقین کے خلاف ہے اور نہ وہ جسم خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھ سکتا ہے [illegible] اگر وہ نہیں تھا تو قبر سے اس کو [illegible] کر دیا [illegible]

مذہب پر جس کی بات بات میں ایک غیر محدود نامعقولیت بھری پڑی ہے۔ اب نہ کہنا کہ خفیہ زندگی نامعلوم رہی یہ تو معلوم زندگی سے بھی بڑھ کر معلوم ہوگئی رہا اس کا جواب کہ الہام مرزا صاحب کو کئی برس بعد ہوا کہ مسیح مقتول نہیں کا مقتول تھا تحقیقی تو اسکا جواب ہیں وقت کے لحاظ سے کافی دیچکا ہوں مگر آپ کا دندان شکن بھی ایک جواب دیتا ہوں سنیے اور دل ہی دل میں شرمائیے چودہ سو برس تک بعد موسیٰ علیہ السلام کے بہت سے نبی آئے اور صحیفے نازل ہوئے کسی نے یہ نہ ثابت کیا اور نہ کھولکر بتلایا کہ الیاس جو آنے والا ہے وہ دراصل آسمان سے الیاس ہی نہیں آئے گا بلکہ اسکی خو بو میں اس کی روحانیت لیکر کوئی اور شخص مبعوث ہوگا جو مثیل الیاس ہوگا اور وہ یحییٰ ہوگا مسیح کے نزول تک کل یہودی یہی مانتے رہے کہ الیاس ہی بجسم عنصری آسمان سے آویگا جیسا کہ آجکل مسیح کے نزول کا عقیدہ ہو رہا ہے کہ بجسم عنصری آسمان سے نازل ہوگا۔ مگر مسیح نے آکر اس عقیدہ پر ایسا پانی پھیرا کہ دن سے رات کر کے دکھلا دیا۔ اب میں آپکے الفاظ سے اسکو پیش کرتا ہوں کہ تمام یہودیوں کے خلاف توریت کے خلاف صحف انبیاء کے خلاف ملاکی نبی کی صریح آیات کے خلاف بروح کو چودہ سو برس بعد یہ الہام ہوا کہ الیاس جو آنے والا تھا وہ یوحنا ہے [illegible] یہ بیان والہام یسوع [illegible] یہودی مان سکتے تھے نہ توریت و تعلیم [illegible] کے مطابق تھا افسوس صد افسوس غیش [illegible] عمل میں [illegible] دوسروں کی طرف پتھر پھینکنا عیسائی قوم اور دانا پادری صاحبان ہی کا کام ہے۔ اب میں آپکے اس انکار کا جواب دیتا ہوں جو آپنے آج دعاء مسیح کی عدم قبولیت [illegible] وغیرہ کی بابت نہایت [illegible] آکر [illegible] بیان کیا ہے۔

تم آپنے فرمایا کہ مسیح کی یہ دعاء کیا [illegible] قبول نہیں ہوئی کیونکہ انبیاء کی ہر دعاء کا قبول ہونا لازمی نہیں عدم قبولیت بعض [illegible] میں فرق نہیں [illegible] بعض دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اور مرزا صاحب کی بھی قبول نہیں ہوئیں۔ اس بیان میں آپنے علم وعقل کو ہی خیرباد نہیں کہا بلکہ اپنے نوشتوں کو بالائے طاق رکھ کر مجنونانہ [illegible] گئے۔ پادری صاحب! آپ کو پہلے دن ہی جبکہ مینے دعاء مسیح سے زندگی مسیح پر استدلال کیا تھا یہ انکار کرنا ضروری تھا اب تو مشت بعد از جنگ ہے جس کے لیے عیسائی کلہ بنا بہت موزون ہے اور سب تعلیم انجیل دوسرا کلہ دوسری مشت کے واسطے طیار رکھیے جو الہیت کو لگیگی۔ آپ کو اپنی ہی باتیں پہنچیں [illegible] کہ [illegible] رہے ہو اور وہ [illegible]

بتلا چکے ہو۔ دیکھو یہ اعجاز ہے مرزا صاحب کا جو براہین احمدیہ میں آج سے پچیس برس پہلے بطور پیشگوئی لکھ کر شائع کر دیا تھا کہ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ یعنی میں تیرے تابعین کو تیرے منکروں پر دلائل اور براہین سے غلبہ اور فوقیت بخشوں گا۔ سو حسب وعدہ الٰہی آج مجکو وہ غلبہ آپ پر خدا نے عطا فرمایا ہے جسکا شاہد تمہارا دل اور یہ تمام جلسہ ہے چنانچہ مینے جملہ حاضرین سے خطاب کیا کہ ایحضرات ہندو و مسلمان صاحبان آپ کو اپنے اپنے خدا کی قسم ہے ایمان سے آپ بتلا دیں کہ احمد مسیح مغلوب ہوگیا یا نہیں اور میری دلیل حیات مسیح کو اسنے توڑ دیا اور اپنے دعویٰ موت صلیبی اسنے ثابت کر دیا۔ میں طلب گواہی پر جملہ حاضرین نے نہایت بلند آواز سے کہا کہ احمد مسیح ایسا زچ اور ساکت اور مغلوب اور شکست یافتہ ہوگیا ہے کہ اگر یا غیرت ہووے تو منہ کسیکو نہ دکھلاوے۔ اس گواہی کا جو کچھ اثر مسٹر پارٹن صاحب اور احمد مسیح پر ہوا وہ ان کے اس بیان سے جو آخر میں جلسہ کے انھوں نے کیا جسکو میں آگے چلکر بیان کرونگا ظاہر ہوگا۔ اس گواہی کے بعد دوسری بار مینے مولوی عبدالمجید صاحب واعظ دہلوی کو جو جلسہ میں موجود تھے حلف دیکر پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپنے یہ فیصلہ دیا ہے کہ قاسم علی کے دلائل کمزور اور احمد مسیح کے دلائل موت صلیبی زبردست ہیں۔ کیا سچ ہے کیونکہ احمد مسیح نے اپنی دوران تقریر میں یہ بیان کیا تھا۔ فہمیدہ عالم یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ سید صاحب ہار گئے اور احمد مسیح جیت گیا اور یہ کہنا ان کا بعض اپنے ہمخیال ناعاقبت اندیش حاشیہ نشین کی زبان بیان پر تھا۔ اسلیے مینے مولوی عبدالمجید صاحب کا حلفیہ بیان بر سر جلسہ سننا ضروری جانکر ان کو بہ درسحلف کیا گیا۔ مولوی صاحب نے کھڑے ہوکر [illegible] کے سامنے یہ کہا کہ مینے کوئی فیصلہ نہیں دیا یہ بالکل [illegible] اور اتہام میرے ذمہ لگایا گیا ہے۔ مولوی صاحب کے اس بیان نے رہی سہی عزت احمد مسیح اور اس کے ہمخیالوں کی ملیامیٹ کر دی۔ اسپر مینے مندرجہ ذیل نظم پڑھی جسپر صدائے مرحبا جزاک اللہ کا ایک شور چاروں طرف سے بلند ہوا اور سب قاعدہ بکر سٹھ ان نئی تہذیب کے چیرز سے داد دے گئے۔

خدایا آج تو فرزنت تری کچھ اور کہتی ہے
عدو سے نشہ جان جرأت تری کچھ اور کہتی ہے
نہ تو اسلامیوں میں ہے نہ تو عیسائیوں میں ہے
ترا نام اور بصورت تری کچھ اور کہتی ہے
ترا ظاہر ترا باطن مطابق ہو نہیں سکتا
زباں کچھ اور یہ حالت تری کچھ اور کہتی ہے

خدا کو چھوڑ کر تو ربیعت کھو دیا تو نے
یہی نا مسلمین ہیں شامت تری کچھ اور کہتی ہے
مساجد چھوڑ کر ہیکل کا تو نے طوق پہنا ہے
یہ مذہب تابکے عادت تری کچھ اور کہتی ہے
یہ ظاہر ہے کہ تو نے دین چھوڑا پیٹ کی خاطر
یہ سب کچھ ہے ابھی نیت تری کچھ اور کہتی ہے
شکست فاش پر بھی لب پہ اظہار مسرت ہے
عیاں مجلس پہ ہے رنگت تری کچھ اور کہتی ہے
خدا کی لعنتوں سے بچ کے ظالم جا نہیں سکتا
مسیح پاک پر لعنت تری کچھ اور کہتی ہے
ابھی کیا ہے کہ میدان قیامت دیکھنا ہوگا
بھری محفل میں یہ ذلت تری کچھ اور کہتی ہے

نظم ہو کسی قدر مرارت اسوجہ سے ہے کہ ابتدا اسکی احمد مسیح کی طرف سے ہوئی ہے اول اس نے ہی حضرت اقدس علیہ السلام کی شان مبارک میں سخت گستاخیاں اور زبان درازیاں شروع کی تھیں اسلیے ذرا اسکو متنبہ کرنیکی غرض سے ہم واقعہ کو نظموں میں بیان کیا گیا۔ اسکو یہ کئی بار سمجھا دیا تھا کہ بحث متنازعہ میں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا ذکر بدگوئی اور تمسخرانہ طور پر کرنا چھوڑ دے ورنہ میں بھی کسی تازیانہ سے کام لونگا میں متبع قرآن ہوں جسکی تعمیل مجھے حسب ضرورت وموقعہ لازمی ہے اور جہاں لکھا ہوا ہے جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفى واصلح فاجره على الله میں دو تین جلسہ تک معاف کرتا رہا ہوں صرف اسی خیال سے کہ اسکی ہم کی اصلاح ہو جاوے گی مگر یہ ایسے کم فہم کہ بغیر ایڑ لگائے سدھرتے نہ تھا دوسرا عمل مثلها کے مطابق کرنا پڑا۔ اور یہ مثل اس کی بدزبانی کے دسویں حصہ کے برابر نہیں ہے اگر اسپر بھی باز نہ آیا تو پوری پوری تعمیل سیئة مثلها کی کرونگا۔

جب یہ شہادة حاضرین جلسہ اور مولوی عبدالمجید صاحب کی گذر چکی تو مینے کہا دیکھو یہ گواہی جو فریقین کی موجودگی میں بغیر کسی سعی اور سفارش کے ان لوگوں کی طرف سے گذری ہے جو حسب خیال تمہارے فریقین کے عقائد سے علیحدہ ہیں اور دونوں کے ہم عقیدہ نہیں ہیں اسلیے یہ شہادة بڑی وقعت اور وزن کی شہادة ہے نیز اسمیں ہندو لوگ بھی گواہ ہیں ہر ایک جج ایسی شہادة کی وقعت سے بہت جلد فیصلہ میرے حق میں بر خلاف تمہارے دیدیگا۔ تمہاری ان تمام گواہیوں سے جو تم نے یہودیوں اور عیسائیوں اور پلاطوس اور صوبہ دار وغیرہ کے درباره موت صلیبی بیان کی تھیں یہ زبردست گواہی ہے کیونکہ عینی شہادة ہے پھر اس شہادة سے انکار کی کیا وجوہات آپکے پاس ہیں اور اس تمہاری پیشکردہ شہادة میں اس موجودہ گواہی سے بڑھ کر کونسی بات قابل پذیرائی ہے۔ اب جان لو کہ حق کی ڈگری ہو گئی ہے مسلم گواہوں نے جس حق میں برخلاف تمہارے دیدی ہے۔

(باقی آئندہ)